تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

36

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30واں سال

20 تا 26 صفر المظفر 1443ھ / 28 ستمبر تا 4 اکتوبر 2021ء

ہجرت اور جہاد کی ابتدا اور انتہا

نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: ''یارسول اللہ بہترین اور اعلیٰ ہجرت کون سی ہے؟'' آپ ؐ نے فرمایا: ''یہ کہ تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو پسند نہیں ہے''۔ گویا یہ ہے ہجرت کا نقطۂ آغاز۔ البتہ یہ نیت رکھنی ضروری ہے کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے' اسے قائم کرنے کی جدوجہد کے لیے گھر بار' اہل وعیال' مال ومنال یہاں تک کہ اپنے وطن کو چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دوں گا۔ یہ نیت ہر مسلمان رکھے لیکن اگر آپ کی زندگی میں کوئی معصیت ہے تو اسے ترک کرنے کا فیصلہ کیجیے۔ اسی لمحہ سے ہجرت کا عمل شروع ہو جائے گا۔ مزید برآں عوام تو عوام ہمارے اکثر اہلِ علم بھی اس مغالطہ میں ہیں کہ جہاد کے معنی جنگ کے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی ہمارے دین کی ایک بڑی وسیع معانی اور مفاہیم رکھنے والی اصطلاح ہے۔ ایک حدیث کی رو سے حضور ﷺ نے نفس کے خلاف جہاد کو ''افضل الجہاد'' قرار دیا ہے۔ فرمایا: ''افضل جہاد یہ ہے کہ تم اپنے نفس اور اپنی خواہشات کو اللہ کا مطیع بنانے کے لیے ان کے خلاف جہاد کرو''۔ ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد آیا ہے کہ حقیقی مجاہد تو وہ ہے جو اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کے خلاف کشمکش کرے۔ تو جہاد یہاں سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اسی جہاد کے اگلے مراحل ہیں غیر اسلامی نظریات' منکرات اور غیر اسلامی نظام کے خلاف کشمکش اور پنجہ آزمائی۔ اسی جہاد کی بلند ترین چوٹی ہے ''قتال فی سبیل اللہ''۔ لہٰذا دل میں یہ نیت رکھنی ضروری ہے کہ اے اللہ! وہ وقت آئے کہ صرف تیرے دین کے غلبہ کے لیے' تیرے کلمہ کی سربلندی کے لیے میری گردن کٹے۔ اس لیے کہ اگر یہ آرزو سینہ میں موجود نہیں ہے تو وہ ایک مومن کا سینہ نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے نہ تو اللہ کی راہ میں جنگ کی' نہ جنگ کی آرزو اپنے سینہ میں رکھی' نہ شہادت کی تمنا اپنے سینہ میں رکھی تو اگر اس حالت میں اسے موت آ گئی تو ''ایسا شخص یقیناً ایک نوع کے نفاق پر مرا ہے''۔ یعنی حقیقی ایمان پر نہیں مرا۔ تو یہ ہے ''ہجرت وجہاد۔ ہجرت شروع کہاں سے ہوئی! ترکِ معصیت سے اور کہاں تک جائے گی! ترکِ وطن تک۔ جہاد کہاں سے شروع ہوا! مجاہدہ مع النفس سے اور کہاں تک جائے گا! قتال فی سبیل اللہ تک۔ لیکن اس لائحہ عمل پر چلنے کے لیے ایک جماعت کی ضرورت ہے جو بیعت سمع وطاعت پر قائم ہو۔ البتہ اس کے ساتھ ''فی المعروف'' کی شرط ہوگی یعنی یہ کہ یہ سمع وطاعت' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دائرے کے اندر اندر ہوگی۔

سہ نکاتی لائحہ عمل
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

دنیا دار الامتحان ہے

پاکستان میں نفاذِ دین اسلام: کیا، کیوں اور کیسے؟

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا

آفٹر شاک

مختار حسین فاروقی بھی فانی دنیا چھوڑ گئے۔

منکرینِ آخرت کی بیہودہ گوئی

الھدیٰ (954)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورَۃُ الۡفُرۡقان — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 21، 22

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾

آیت ۲۱: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ’’اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ہماری ملاقات کے امیدوار نہیں ہیں کہ کیوں نہیں اتارے جاتے ہم پر فرشتے؟‘‘

﴿اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ﴾ ’’یا ہم خود اپنے ربّ کو دیکھیں!‘‘

اللہ کے حضور حاضری پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی طبیعتوں میں سرکشی اور لاپرواہی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایمان کی دعوت کو قبول کرنے کے بجائے جواب میں وہ طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر اللہ نے ہمیں کوئی پیغام بھیجنا ہی تھا تو اپنے فرشتوں کے ذریعے بھجواتا یا وہ خود ہمارے سامنے آ جاتا اور ہم اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیتے۔ یا یہ کہ اللہ کی طرف سے ہمیں کوئی ایسا معجزہ دکھایا جاتا جس سے ہم پر واضح ہو جاتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے ایسے مطالبات کا ذکر مکّی سورتوں میں بار بار کیا گیا ہے۔

﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾﴾ ’’انہوں نے اپنے آپ میں بہت زیادہ تکبّر کیا ہے اور وہ بہت بڑی سرکشی کے مرتکب ہوئے ہیں۔‘‘

ان کے یہ مطالبات ان کے استکبار کا ثبوت اور ان کی سرکشی کی دلیل ہیں۔ گویا وہ خود کو اس لائق سمجھتے ہیں کہ ان پر فرشتوں کا نزول ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اُن کے روبرو ان سے ہم کلام ہو۔

آیت ۲۲: ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ’’جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اُس دن مجرموں کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہوگی‘‘

جس دن انہیں فرشتے نظر آئیں گے وہ دراصل قیامت کا دن ہوگا۔ اُس دن اللہ تعالیٰ بھی نزول فرمائے گا اور غیب کے سارے پردے بھی اٹھا دیے جائیں گے۔ وہ دن مجرموں کے لیے کڑے احتساب کا دن ہوگا۔ تب ان کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا اور انہیں کہیں سے بھی کوئی اچھی خبر نہیں مل پائے گی۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾﴾ ’’اور وہ کہیں گے کہ کوئی روک حائل ہو جائے۔‘‘

اُس وقت وہ دہائی دے رہے ہوں گے کہ کسی طرح سے انہیں بچایا جائے اور قیامت کے عذاب کو ان پر مسلط ہونے سے روکا جائے۔ کاش ان کے اور اس عذاب کے مابین کوئی رکاوٹ حائل ہو جائے!

فرمان نبویؐ

دو نعمتوں کی آزمائش

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ))

(رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’(اللہ کی عطا کردہ) دو نعمتوں ’تندرستی اور فرصت‘ کے متعلق اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔‘‘

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ان کی قدر نہیں کرتے، اس لیے خسارہ اٹھاتے اور فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر دینے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ اپنی ’صحت‘ کو گناہوں میں برباد نہ کریں۔ بلکہ اللہ کی بخشی ہوئی اس نعمت کو اس کی فرمانبرداری کے لیے وقف کر دیں۔ ’’فرصت‘‘ کے اوقات آوارہ گردی اور اللہ کی بغاوت میں ضائع نہ ہوں بلکہ زندگی وفاداری میں بسر ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

ایک انتہائی بدصورت، بدنما اور خلافِ فطرت کام ''ہائبرڈ وار'' کا کتنا زبردست نام ہے۔ ''امریکہ کو افغان طالبان نے ذلیل ورسوا کر کے افغانستان سے نہیں نکالا بلکہ یہ پاکستان ہے جس کی وجہ سے ہم امریکیوں کو یہ دن دیکھنا پڑا ہے''۔ پاکستان دوہرا کھیل نہیں بلکہ ہر سمت کھیلتا ہے۔ اُس نے امریکی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے۔ عجب معاملہ ہے ایک طرف پاکستان مقروض ومفلوج ملک ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت نہیں رکھتا۔ بیس سال قبل اسے "Either with us or against us" کی دھمکی دے کر ڈھیر کر دیا گیا۔ پھر پاکستان وقفہ وقفہ سے "Do more" کا حکم نامہ سنتا رہا۔ اِس غریب ملک کی معیشت تباہ وبرباد کر دی گئی۔ اُس کی زمین اپنے ہی 80 ہزار شہریوں کے خون سے رنگین ہوگئی، لیکن اِس کمزور اور گرے پڑے پاکستان نے سپریم پاور آف ورلڈ اور اُس کے اڑتالیس سہولت کار ممالک کو اُس افغانستان سے نکال باہر کیا ہے جس پر قبضہ جمانے اور قائم رکھنے کے لیے امریکہ نے بائیس ہزار ارب ڈالر اور کئی ہزار امریکی جانیں کھپا دیں۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آج کی دنیا جھوٹ بولنے، جھوٹ پھیلانے پر اتنا پختہ ایمان کیوں رکھتی ہے؟ ہٹلر کا وزیر گوئبلز اگر آج زندہ ہو جائے تو کانوں کو ہاتھ لگائے۔ پھر یہ کہ جھوٹ ہی نہیں دھوکہ دہی، منافقت اور چاپلوسی ڈپلومیسی کے نام پر اِس ''مہذب'' دنیا میں عملیت پسندی کا شاہکار ہے۔ اِس دنیا میں ملکی اور قومی سطح پر اچھا برتاؤ کر اچھے کی اُمید رکھنا بیوقوفی ہے، یہ کم عقلی کی نشانی ہے۔ ہر وہ انسان جو مغرب سے ذہنی طور پر مرعوب نہیں ہے، وہ اُن کے طرزِ عمل پر جب غور کرے گا تو یقیناً ہماری تائید کرے گا۔ قومی اور ملکی معاملات میں اُن کے نزدیک احسان فراموشی ایک احمقانہ ٹرم ہے۔ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اِس پس منظر میں امریکی وزیر خارجہ اینتھونی بلنکن کی اُس گفتگو پر غور کریں جو اُس نے سینٹ اور خارجہ کی کمیٹی کو بریفنگ دیتے ہوئے 13 ستمبر 2021ء کو کی۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ پاکستان کے ہوائی اڈوں سے افغانستان پر ستاون ہزار حملے کرنے والا اور پاکستان سے گزرتے ہوئے افغانستان پہنچنے کے لیے پاکستان کی شاہراہوں کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کرنے والا وہ امریکہ جس نے پاکستان کے بدترین دشمن بھارت کو افغانستان میں سیٹل کیا تاکہ وہ شمال مغرب سے بھی پاکستان کو ہر ممکن زِک پہنچائے۔ اُس امریکہ کا وزیر خارجہ کہہ رہا ہے کہ پاکستان نے ہم سے وفا نہیں کی اور ہم پاکستان کے بارے میں آئندہ اپنی پالیسی اُس کی افغانستان کے حوالے سے گزشتہ 20 سالہ کارکردگی کو سامنے رکھ کر بنائیں گے۔ پاکستان نے گزشتہ بیس سال میں امریکہ کے ساتھ کیا ''بُرا'' کیا۔ قارئین کرام اُسے تو ماضی بعید سمجھیں، امسال اگست کے آغاز میں جب امریکہ کی تیار کردہ تین لاکھ افغانیوں پر مشتمل فوج افغان طالبان کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئی تھی اور افغان طالبان نے دنوں میں کابل پر قبضہ کر لیا تھا اور

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 صفر المظفر 1443ھ — جلد 30
28 ستمبر تا 4 اکتوبر 2021ء — شمارہ 36

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع:** رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا--------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر ''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

امریکی اور اُن کے افغان سہولت کار اپنی جوتیاں وہیں چھوڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے تو کس طرح برطانیہ، امریکہ اور یورپین یونین کے وزراء قطار باندھ کر اسلام آباد آئے تھے اور اپنے شہریوں کے کابل سے پُرامن انخلاء کے لیے ہاتھ پاؤں جوڑ رہے تھے۔ آج جب امریکی وزیر خارجہ اینتھونی بلنکن پاکستان کے خلاف زہر اُگل رہا ہے اور پاکستان کو دھمکیاں دے رہا ہے تو اُسے کیا کچھ یاد دلائیں۔ غالب نے کیا خوب کہا تھا۔

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

بین الاقوامی سیاست میں امریکہ نے جو رول ادا کیا ہے اِسے اخلاقی تقاضوں پر اگر پرکھا جائے تو اخلاقیات کا جنازہ نکل جائے گا بلکہ وہ زمین بوس ہو جائیں گی۔ دوسری جنگِ عظیم قریباً ختم ہو چکی تھی۔ جرمن افواج روسی علاقوں میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر رہی تھیں۔ اب جرمنی ہر محاذ پر شکست کھا رہا تھا۔ میدانِ جنگ میں فیصلہ اتحادیوں کے حق میں آیا ہی چاہتا تھا۔ جنگ جس سمت چل رہی تھی صاف نظر آ رہا تھا کہ جاپان بھی شکست سے دوچار ہونے کو ہے۔ لیکن امریکہ نے غیر ضروری طور پر جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم برسا دیے۔ ایٹم بم نے اِن شہروں کو آگ کی بھٹی بنا دیا، جس سے ہر شے جلنے لگی۔ لاکھوں انسان راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ جو لوگ پوری طرح نہ جلے تھے اُن کی حالت زیادہ قابل ترس اور رحم تھی۔ تاریخ کا یہ سانحہ امریکیوں ہی کو نہیں انسانیت کو شرمسار کرنے والا تھا۔ انسانی تاریخ میں انسان کے ساتھ یہ سلوک کبھی نہ ہوا تھا۔ لیکن امریکہ پھر ''مہذب'' ہے۔ امریکہ تب بھی انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ فوجی مفاد کے تحفظ بلکہ اِس کو آگے بڑھانے کے لیے اپنے بندے بھی مار لیتا ہے۔ نائن الیون اس کی سب سے بڑی اور اہم ترین مثال ہے۔ ہم امریکہ کی خصلت بیان کرتے ہوئے اپنے پاکستانی بھائیوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو ذلت و رسوائی امریکہ کو افغانستان میں اُٹھانی پڑی ہے اور جیسا بے آبرو ہو کر وہ افغانستان سے نکلا ہے اور عالمی قوت ہونے کی حیثیت میں دنیا بھر میں اُس کا امیج جس بُری طرح خراب ہوا ہے اُس کا ذمہ دار وہ پاکستان کو سمجھتا ہے۔ اہل پاکستان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ امریکہ اس وقت ایک زخمی سانپ ہے اور وہ ہر صورت پاکستان کو ڈسنا چاہتا ہے۔ اِس کے بغیر اُس کی زخمی انا کو تسکین نہیں ملے گی۔ ویت نام پر حملہ کیا۔ وہاں ایک عرصہ تک تباہی و بربادی پھیلاتا رہا، لیکن جب مار پڑی تو چھتوں پر ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر وہاں سے بھاگا اور فرار ہونے سے پہلے کمبوڈیا کو تباہ و برباد کر دیا۔ اسی طرح یقیناً افغانستان سے فرار ہونے سے پہلے پاکستان کو تباہ کرتا اگر پاکستان ایک ایٹمی ملک نہ ہوتا۔ پاکستان کا ایٹمی اسلحہ امریکہ کو تو کسی قسم کی کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا البتہ اُس کے دو انتہائی لاڈلے دوست بھارت اور اسرائیل کو خطرہ لاحق ہو جاتا۔ پاکستان دونوں ممالک کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ امریکہ کی مجبوری تھی لیکن اب بھی اِن ہی اپنے دو دوستوں کی مدد سے وہ پاکستان کو جس قدر نقصان پہنچا سکے گا پہنچائے گا۔

پاکستان کے موجودہ اور ماضی کے حکمرانوں نے جس طرح پاکستان کو عالمی بینک اور آئی ایم ایف اور دوسرے مالیاتی اداروں کے حوالے کیا ہوا ہے، یہ حوالگی پاکستان کے پاؤں کی زنجیر ہی نہیں گردن کا رسہ بھی بن سکتی ہے۔ خود کردہ را علاج نیست کے مصداق ہم نے خود اپنے آپ کو اس چُنگل میں پھنسایا ہوا ہے۔ اِس کا ایک ہی حل ہے وہ جو ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ ''ہم گھاس کھالیں گے مگر ایٹم بم بنائیں گے'' اب وہ عملاً کرنا پڑے گا۔ اُس وقت تو معاملہ اس لیے ٹل گیا تھا کہ سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کرنے کی حماقت کر دی تھی۔ تب امریکہ کو پاکستان پر ڈالروں کی بارش کرنا پڑی۔ امریکہ نے آنکھیں بند رکھیں اور پاکستان نے افغانستان کی چھتری تلے کولڈ ٹیسٹ کر لیا۔

1998ء میں بھارت کے ایٹمی تجربے پر پاکستان نے بھی جوابی طور پر ایٹمی تجربہ کیا تو امریکہ پاکستان کے ہاتھ پاؤں باندھنے والا تھا کہ اب کے اُس نے خود افغانستان پر خودکش حملہ کر دیا۔ امریکی پالیسی یہ تھی کہ چند ماہ میں افغانستان سے نمٹ کر پاکستان سے ایٹمی تجربے کا حساب چکائے گا۔ لیکن یہ چند ماہ بیس سال میں بدل گئے۔ امریکہ کھلم کھلا پاکستان کے خلاف کوئی اقدام نہ کر سکا۔ اب امریکہ افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہوا ہے اور وہ اِس کا ذمہ دار پاکستان کو ٹھہرا رہا ہے۔ علاوہ ازیں چین کے محاصرے کی امریکی پالیسی کے حوالے سے بھی پاکستان امریکہ سے تعاون نہیں کر رہا لہٰذا یہ ڈائن اب پاکستان پر کھل کر حملہ کرے گی۔ یہ ساری صورتِ حال قارئین کے آگے رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی رذیل خصلت کے حامل ملک امریکہ کا ہمیں سامنا ہے۔ اپنا بچاؤ کیسے کریں؟ ہمارے نزدیک مختصر ترین الفاظ میں اس کا حل یہ ہے کہ قوم طے کرے بلکہ پختہ عزم کرے کہ روکھی سوکھی کھائیں گے لیکن کسی کے سامنے نہ دامن پھیلائیں گے، نہ سر جھکائیں گے۔ ہماری بغل میں ایٹمی ہتھیار ہیں، کوئی ہمیں مارے گا تو بچ کر وہ بھی نہیں جائے گا۔ پاکستان پر لگنے والی معاشی پابندیوں کا صبر و تحمل سے مقابلہ کریں گے اور بھروسا صرف اللہ پر کریں گے۔ اللہ کی پناہ اور نصرت حاصل ہو جائے گی تو پاکستان ناقابل تسخیر اور ناقابل شکست ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ!

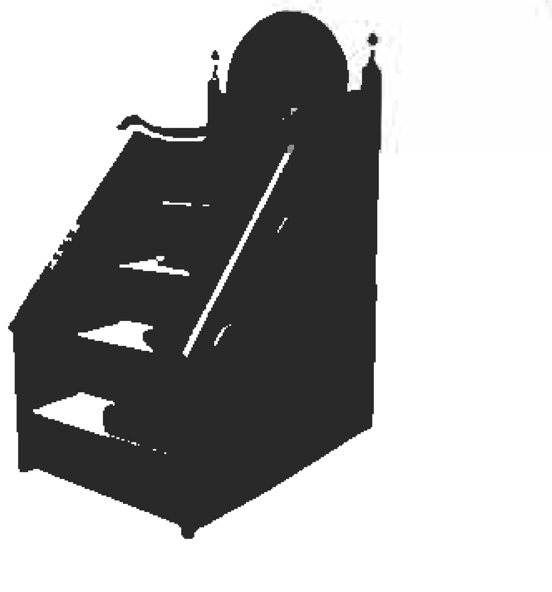

دنیا دارالامتحان ہے

(سورہ القمر کی آخری 10 آیات کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 10 ستمبر 2021ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ القمر کی آخری 10 آیات کا مطالعہ کریں گے۔ ان آیات میں قیامت کا تذکرہ ہے اور وہاں جو کچھ مجرمین کے ساتھ پیش آنا ہے اس کا بھی ذکر ہے اور متقین کا جو حسین انجام ہوگا اس کو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس مقام پر بیان فرمایا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ مکی دور کے آغاز یا درمیانے عرصے کا واقعہ ہے کہ جب مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور ان کو دبانے کی ناکام کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بشارت دی تھی کہ:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾﴾ (القمر: 45)

''عنقریب ان کی جمعیت شکست کھا جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔''

یہ آیت رسول اللہ ﷺ نے بدر کے میدان میں رات کو تلاوت کی تھی اور پھر کفار کو شکست ہوئی تھی۔ یہ تو ان کفار ومشرکین کے عذاب کی پہلی قسط تھی کہ بدر میں ان کو شکست ہوئی اور ان کے 70 مشرک قتل ہوئے اور 70 کے قریب ہی قیدی بنائے گئے۔ اب آخرت کے عذاب کا تذکرہ آرہا ہے:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾﴾ ''بلکہ ان کے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بہت بڑی آفت ہے اور بہت زیادہ کڑوی ہے۔''

دنیا بہرحال دارالامتحان ہے، یہاں عمل کا موقع ہے۔ آخرت حقیقی دارالجزاء ہے جہاں بدلہ ملنا ہے۔ البتہ یہ گفتگو مکی سورتوں کے ذیل میں آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاں اپنے نیک بندوں کو آخرت میں انعامات سے نوازے گا اور سرکشوں اور باغیوں کو سزا دے گا وہاں دنیا میں بھی بعض اوقات اللہ تعالیٰ حق و باطل کا فرق دکھا دیتا ہے کہ جہاں مجرمین کو سزا ملتی ہے اور متقین کو اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماتا ہے اور ان کی مدد فرماتا ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال افغانستان میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ سارے واقعات اس بات کا اظہار ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر دنیا میں سرکشوں کو سزا دے سکتا ہے اور اپنے نیک بندوں کی مدد کر سکتا ہے تو آخرت میں کیوں نہیں کر سکتا؟ اللہ تعالیٰ آخرت میں دائمی اعتبار سے عذاب وثواب کے فیصلے فرمائے گا۔ آگے ارشاد ہوا:

مرتب: ابو ابراہیم

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٤٧﴾﴾ (القمر)

''یقیناً یہ مجرمین گمراہی میں ہیں اور یہ آگ (کے مختلف طبقات) میں ہوں گے۔''

یہ نکتہ بارہا ہمارے سامنے آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل، آخرت کے دلائل اور پیغمبروں کی صداقت دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح طور پر لوگوں کے سامنے آجاتی ہے لیکن پھر تکبر، حسد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انسان جانتے بوجھتے حق کو رد کرتا ہے اور گمراہی کا فیصلہ خود اپنے لیے کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا جا رہا ہے کہ بے شک جو مجرمین ہیں وہ کل جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اللّٰھم اجرنا من النار۔ آگے فرمایا:

﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ط﴾ (القمر) ''جس دن یہ گھسیٹے جائیں گے آگ میں اپنے چہروں کے بل۔''

روایات میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ ان کو ان کے سروں کے بل گھسیٹا اور چلایا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسا بھی ہوگا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو رب پیروں کے ذریعے چلانے پر قادر ہے وہ سروں کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ اللھم اجرنا من النار۔ یہ وہ مباحث ہیں جو وحی بتاتی ہے سائنس نہیں بتاتی کیونکہ سائنس مشاہدے کا نام ہے۔ جو چیز ہمارے تجربات میں آگئی، سائنٹسٹ نے اس کو محسوس کر لیا اس کا وجود تسلیم کر لیا جاتا ہے اور جو چیز مشاہدے اور احساس میں نہیں آتی اس کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی غائب سے شروع ہوتا ہے۔

﴿الٓمّٓ ﴿١﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ (البقرہ)

کئی مرتبہ یہ باتیں ذرا دور کی محسوس ہوتی ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ ہماری عظیم اکثرت کی ایک آنکھ کھلی ہے اور ایک بند ہے۔ یعنی جس کو ہم فزیکل سائنسز کہتے ہیں، عصری علوم کہتے ہیں، دنیوی علوم کہتے ہیں، زمین کے وسائل کی discovery یا کائنات کو تھوڑا سا discover کرنا کہتے ہیں وہ آنکھ ہماری موجودہ زمانے میں کھلی ہے جبکہ وہ دوسری آنکھ جو وحی کی روشنی میں دیکھتی ہے وہ بند ہے۔ ہاں اللہ کبھی نظارے دکھاتا ہے، کبھی معجزات بھی اللہ نے پیغمبروں کو دیے تاکہ انسانوں کی یہ بند آنکھ کھل جائے۔ پیغمبر جو معجزہ دکھاتے ہیں وہ کسی سائنس کے تابع نہیں ہوتا بلکہ اللہ دکھاتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ نشانیاں اللہ اس لیے دکھاتا ہے تاکہ بندے

صرف ظاہری اسباب کو ہی سب کچھ نہ سمجھ لیں بلکہ مسبب الاسباب کی طرف بھی توجہ کریں۔ اس کی موجودہ مثال افغانستان میں دیکھی جاسکتی ہے جہاں ساری دنیا کی ٹیکنالوجی، ساری دنیا کی فورسز اور ہر حربہ ناکام ہو گیا اور اللہ پر بھروسا اور ایمان جیت گیا۔ اگر اب بھی سمجھ نہ آئے تو اسے ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اصل جہالت تو وہی ہے جو وحی کی تعلیم کا انکار کرے۔ ابوجہل بھی ان پڑھ آدمی تھوڑا ہی تھا۔ وہ قریش کی پارلیمنٹ (دارلندوہ) کا چیف تھا، وہاں بیٹھ کر فیصلے کرتا تھا، اس کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا اور کنیت ابوالحکم تھی۔ یعنی حکمت والا، دانائی والا۔ لیکن وہ ابوجہل تب بنا جب وحی کی تعلیم کا اس نے رد کیا ہے۔ یاد رکھیں! ہماری سائنس، ہمارے مشاہدے، ہمارے تجربات کی ایک حد ہے، جہاں سے یہ حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے آگے وحی کا دائرہ کار شروع ہوتا ہے۔ یہ قرآن جو جہنم کا تذکرہ کرتا ہے، جو کل کی باتیں اور غیب کے امور ہمارے سامنے رکھتا ہے، جو اَن سین قسم کی چیزیں ہمارے سامنے بیان کرتا ہے ان کو ہم دنیا کی کسی لیبارٹری کے اندر ٹیسٹ نہیں کر سکتے۔ ہم ان باتوں کو وحی کی بنیاد پر مانتے ہیں اور اس بنیاد پر کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ پہنچایا اور جو انہوں نے پہنچایا حق پہنچایا۔ اس بنیاد پر آپ کا میرا ایمان کھڑا ہے۔ اہل علم نے ایمان کی ایک تعریف یہ فرمائی کہ ”ہر وہ شے جو نبی ﷺ نے بیان فرمائی اور جو حضور ﷺ لے کر آئے اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔“

اس بنیاد پر ہم ساری باتیں مانتے ہیں جن کو ہم سائنسی بنیادوں پر ثابت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ہمارے اوپر دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں: کراماً کاتبین۔ ہم اس وقت بدن کے ٹمپریچر کو ماپ رہے ہیں، ہوا کے پریشر کو ماپ رہے ہیں، ہوا میں آکسیجن کتنی ہے، کاربن ڈائی اوکسائیڈ کتنی ہے یہ بھی پتا چلا لیتے ہیں، یہ سب نظر نہ آنے والی چیزیں ہیں لیکن کیا ہم دو فرشتوں کے وزن اور حجم کو ناپ کے دکھا سکتا ہے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر کس بنیاد پر مانتے ہیں؟ وحی کی بنیاد پر۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ایمان کے پہلو کے تحت ہیں اور جو وحی کی تعلیم سے ہمیں پتا چلتی ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾﴾ (القمر) ”(ان سے کہا جائے گا:) اب چکھو آگ کی لپٹ کا مزا!“

عذاب پہلے ان کو چکھایا جائے گا اور پھر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آگے فرمایا:

﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾﴾ (القمر) ”یقیناً ہم نے ہر چیز ایک اندازے کے مطابق پیدا کی ہے۔“

اللہ نے ہر شے کے لیے تقدیر مقرر فرمائی ہے۔ جانور ہوں، چرند ہوں، انسان ہوں سب کے لیے اندازے کے مطابق چیزیں عطا فرمائی ہیں، اس کے بہت سارے پہلو ہیں۔ ایک تو ہر شے کی بناوٹ کا معاملہ ہے، پھر اس کی نشوونما کی رفتار کا معاملہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ مچھلی کو گلپھڑے اللہ نے دیے، تیرنے کا فن اللہ نے سکھایا۔ برفانی علاقوں میں ریچھ کو بڑے بال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ ہمارے اس ایشیا میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں براؤن چمڑی عطا فرمائی کیونکہ یہاں سورج زیادہ نکلتا ہے۔ ہم خواہ مخواہ گورے ہونا چاہتے ہیں جبکہ گوروں کے ہاں جب سورج نکلتا ہے تو وہ سن باتھ لینا چاہتے ہیں تاکہ اپنی چمڑی کو براؤن کر سکیں۔ بھئی تمہارے ماحول کے اعتبار سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہیں چمڑی بھی دی ہے، رنگت بھی دی ہے اور چمڑی کا پتلا یا موٹا ہونا بھی دیا ہے۔ ساؤتھ افریقہ کے علاقے میں چلے جائیں ان کی بڑی موٹی چمڑی ہوتی ہے۔ چھوٹے موٹے حشرات الارض تو ویسے ہی ان کو پریشان نہیں کر پاتے۔ اپنے جسم میں جھانک لیجیے۔ جس رفتار سے سر کے بال بڑھ رہے ہیں اگر بھنوؤں اور پلکوں کے بال بھی اسی رفتار سے بڑھتے چلے جائیں تو کیا ہوگا؟ یہ سب اندازے اللہ نے مقرر کیے ہیں۔ پھر اللہ نے ہر مخلوق کے لیے نشوونما کا پراسس اور اس کی تکمیل کا تصور رکھا۔ کوئی

پریس ریلیز 24 ستمبر 2021ء

وزارتِ مذہبی اُمور کا جبری تبدیلی مذہب مسودہ بل اعتراضات کے ساتھ واپس کرنا قابل تحسین ہے۔ وزارتِ انسانی حقوق غیر اسلامی حرکتوں سے باز رہے

شجاع الدین شیخ

وزارتِ مذہبی اُمور کا جبری تبدیلی مذہب مسودہ بل اعتراضات کے ساتھ واپس کرنا قابل تحسین ہے۔ وزارتِ انسانی حقوق غیر اسلامی حرکتوں سے باز رہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے وزارتِ انسانی حقوق کی جانب سے پیش کردہ جبری تبدیلی مذہب سے متعلق بل کے مسودہ کے حوالے سے وزارتِ مذہبی اُمور کے اس موقف کی پُرزور تائید کی کہ 18 سال کی عمر کی شرط، جج کے سامنے پیشی اور 90 دن کا انتظار غیر شرعی، غیر قانونی اور بنیادی آئینی وانسانی حقوق کے منافی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ بات صدفی صد درست ہے کہ یہ مسودہ بل خدانخواستہ اسی صورت میں قانون بن جاتا تو پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں اسلام قبول کرنے کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کھڑی ہو جاتی۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلام میں مذہب کی جبری تبدیلی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان کا آئین بھی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ اُنھوں نے وزارتِ مذہبی اُمور کا علماء کرام اور اسلامی نظریاتی کونسل سے مشاورت کو ایک احسن قدم قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک اسلامی نظریاتی ملک میں خاص طور پر مذہب کے حوالے سے قانون سازی کرتے وقت علماء کرام سے مشورہ کرنا اور اُنھیں اعتماد میں لینا از حد ضروری ہے۔ اُنھوں نے وزارتِ انسانی حقوق کے حوالے سے اپنے شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اِس وزارت کو بتانے کی ضرورت ہے کہ وہ مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت ہے اور اُسے اپنے تمام اُمور کی انجام دہی کے لیے مغرب سے نہیں بلکہ آئین پاکستان سے رہنمائی لینا چاہیے جو قرآن اور سنت کے خلاف قانون سازی کی اجازت نہیں دیتا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

مخلوق بھی ہمیشہ رہنے والی نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین مرتبہ ارشاد فرما دیا:

’’ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے‘‘۔ (آل عمران:185)

پھر فرمایا: ’’جو کوئی بھی اس (زمین) پر ہے فنا ہونے والا ہے۔‘‘ (الرحمان:26)

یہ تقدیر ہر مخلوق کے لیے ہے اور اس میں یہ دنیا بھی شامل ہے۔ دنیا بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ اس کا بھی ایک وقت معین ہے۔

’’جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے اور جب قبریں تلپٹ کر دی جائیں گی۔ (اُس وقت) ہر جان، جان لے گی کہ اُس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔‘‘ (الانفطار)

اسی طرح ہر مخلوق کی تقدیر معین فرما دی گئی۔ تقدیر پر ایمان ہمارے ایمانیات میں شامل ہے۔ خیر ہو یا شر تقدیر میں جو معین ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ البتہ انسانوں کو اللہ نے عمل کی آزادی دی ہے کہ بروقت مسجد میں جا کر نماز ادا کریں، چوائس بندے کے پاس ہے۔ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے کہ بندہ نماز ادا کرے گا یا نہیں کرے گا۔ اللہ کا علم کامل ہے۔ تقدیر کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ ہمیں باؤنڈ کر دیا گیا ہے۔ اللہ نے بندے کو اختیار دیا ہے اور اسی بنیاد پر حساب کتاب بھی ہوگا۔ دنیا کی تقدیر میں بھی ایک دن ختم ہو جانا ہے، قیامت برپا ہوگی۔ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾﴾ (القمر) ’’اور ہمارا امر تو یکبارگی ہوتا ہے، جیسے نگاہ کا لپک جانا۔‘‘

سبحان اللہ! اللہ کا معاملہ کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾﴾ (یٰسین:82) ’’اُس کے امر کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ اسے کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔‘‘

البتہ اس ہو جانے کے کچھ پہلوؤں میں ٹائم لگتا ہے۔ بچہ بھی ماں کے بطن میں اللہ کے حکم سے ہی پرورش پاتا ہے لیکن اس پراسس کو نو مہینے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح زمین و آسمان کی تخلیق اللہ کے کلمہ کن سے ہوئی مگر اس میں بھی وقت لگا۔ لیکن بعض امور میں کوئی وقت درکار نہیں ہوتا۔ جیسے قیامت کا معاملہ ہے۔ آنکھ کے جھپکنے میں اللہ قیامت برپا کر سکتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ سے صحابہ کرام ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہنستے نہیں ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: کیسے ہنسوں، اسرافیل کان لگائے بیٹھا ہے کہ ادھر رب حکم دے اور ادھر وہ صور میں پھونک مارے اور قیامت برپا ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جان لو تو تم بہت کم ہنسو گے اور اور بہت زیادہ روؤ گے۔ حضور ﷺ نے قبر کے عذاب کے بارے میں بتایا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے التجا کرتا کہ وہ تمہیں دکھا دے کہ مردے کو عذاب کیسے ہوتا ہے۔ کیا آج ہمیں قبر یاد ہے۔ ہم سب کی موت کا وقت معین ہے، کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ آگے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾﴾ (القمر) ’’تو (اے قریش مکہ) ہم نے تم جیسے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا ہے، تو کوئی ہے اس سے سبق حاصل کرنے والا؟‘‘

اس سورت میں سابقہ اقوام کے انجام کا تذکرہ کرنے کے بعد اب کفار و مشرکین کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ وہ اقوام بھی تمہاری طرح تکبر، حسد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے رسولوں کی دعوت کو رد کر رہی تھیں، پھر اللہ نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ کیا تم سبق حاصل نہیں کرتے؟ آگے فرمایا:

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾﴾ (القمر) ’’اور وہ تمام اعمال جو ان لوگوں نے کیے ہیں وہ صحیفوں میں محفوظ ہیں۔‘‘

گزشتہ اقوام پر پیغمبروں کے ذریعے صحیفے نازل ہوئے۔ لیکن ان کے مطابق خود کو بدلنے کی بجائے بعض قوموں نے ان صحائف کو ہی بدل دیا۔ لہٰذا تصحیح کے لیے اللہ نے یہ قرآن نازل کیا۔ قرآن خود اپنے بارے میں فرماتا ہے یہ پچھلی کتابوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ یعنی وہ تمام اصلی صحائف سمٹ کر قرآن کی صورت میں آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾﴾ (القمر) ’’اور ہر ایک چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔‘‘

روزِ محشر بندوں کے اعمال لکھے ہوئے ایک کتاب کی صورت میں پیش کیے جائیں گے جسے دیکھ کر مجرمین پریشان ہو جائیں گے:

’’اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت! یہ کیسا اعمال نامہ ہے؟ اس نے تو نہ کسی چھوٹی چیز کو چھوڑا ہے اور نہ کسی بڑی کو مگر اس کو محفوظ کر رکھا ہے۔‘‘ (الکہف:49)

آج انسان کا علم اس قدر ترقی کر گیا کہ انسانوں کا پورا ریکارڈ جمع کیا جا سکتا ہے کہ کہاں کہاں کس وقت گئے، کہاں کتنے وقت ٹھہرے۔ یہ انسان کا محدود علم ہے تو رب کائنات کے علم کا کمال کیا ہوگا؟ ارشاد ہوتا ہے:

’’اور جس کسی نے ذرّہ کے ہم وزن کوئی بدی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔‘‘ (الزلزال:8)

ایک ایک لمحے اور ہر ایک عمل کا حساب دینا پڑے گا۔ اللھم حاسبنا حسابا یسیرا۔ آج لوگ ڈرتے ہیں کہ کوئی ان کا اکاؤنٹ ہیک نہ کر لے، کوئی ای میل نہ کھول لے، کوئی واٹس ایپ نہ دیکھ لے، کوئی ڈیٹا نہ چوری کر لے۔ حالانکہ اصل میں ڈرنا اللہ سے چاہیے اور روزِ حساب کی فکر اصل میں ہونی چاہیے:

’’کیا تم ان سے ڈر رہے ہو؟ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔‘‘ (التوبہ:13)

آگے فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾﴾ (القمر) ’’یقیناً متقین باغات اور نہروں (کے ماحول) میں ہوں گے۔‘‘

جو لوگوں سے ڈرنے کی بجائے دنیا میں اللہ سے ڈرتے رہے، بُرے عمل سے بچتے رہے، اپنی زندگی کو ذاتی پسند و ناپسند کی بجائے اللہ کے احکام کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتے رہے وہی متقین ہیں اور اُخروی زندگی میں اُن کے لیے رب کے ہاں انعامات ہوں گے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ آخری بندہ جو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اس کی جنت اس دنیا سے دس گنا بڑی ہوگی۔ جنت کیا ہے؟ اس کا تصور ہم اس دنیا میں نہیں کر سکتے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ نے فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں اُن کا تصور آیا۔‘‘ اللہ کی قسم جس کو اس کی فکر پڑ جائے یہ دنیا بس کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ اس کے لیے کچھ نہیں۔ آگے فرمایا:

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾﴾ (القمر) ’’بہت اعلیٰ راستی کے مقام میں اُس بادشاہ کے پاس جو اقتدارِ مطلق کا مالک ہے۔‘‘

ان متقین کو اللہ اپنی شان کے مطابق نوازے گا اور سچا یعنی بہت پیارا اور بہت اعزاز اور اکرام والا مقام اللہ اپنے بندوں کو عطا فرمائے گا۔ اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رضا اور تیری جنت کا سوال کرتے ہیں۔ تو ہمیں سچا مسلمان بنا دے۔ آمین!

❁❁❁

7

حضورِ رسالت ـ 4 ـ (II)

چہ خوش صحرا کہ شامش صبح خند است
شبش کوتاہ و روزِ او بلند است
قدم اے راہرو آہستہ تر نہ
چو ما ہر ذرۂ او درد مند است

ترجمہ صحرا کتنا اچھا ہے کیونکہ اس کی شام صبح کی طرح مسکراتی ہے۔ اس کی رات چھوٹی اور اس کا دن بڑا ہے۔ اے راہی! بڑی نرمی سے قدم رکھ کیونکہ اس (صحرا) کا ہر ذرہ میری طرح دردمند (عاشق) ہے۔

تشریح

کتنا خوش نصیب صحرا ہے جس نے حرم مکی اور حرم مدنی کو اپنی گود میں روحانی نخلستان بنا رکھا ہے جس خطے کے لیے مسلمان چن چن کر اللہ تعالیٰ بلاتا ہے اور قسمت و مقدر والے ہی وہاں پہنچتے ہیں (وہ بھی خوش قسمت ہیں جنہیں علامہ اقبال کی طرح وہاں جانے سے روک دیا جائے۔ منحوس عالمی صہیونی استعمار حرمین شریفین کو ترکوں سے چھین کر شریف مکہ کو دلانے میں مصروف تھا پھر (پہلے ہی طے تھا کہ شریف مکہ سے لے کر کسی اور کو دے دیا جائے گا) حالیہ حکمرانوں کو دلایا جائے گا۔ اس عمل کے دوران دو عشرے گزر گئے اس پس منظر میں شاعر انقلاب کو مقتدر طاقتیں حرمین شریفین جانے سے روک رہی تھیں) اسی طرح یقیناً ریگ زارِ عرب کے ذرّے بھی دنیا بھر کی ہوائیں چھانٹ کر یہاں لاتی ہیں جو بڑے خوش نصیب اور خوش قسمت ہوں (ایک ہی لاٹ کی پکی اینٹیں منگائی جاتی ہیں کوئی اینٹ مسجد کے محراب رسجدہ گاہ میں لگتی ہے اور کوئی بیت الخلاء کا حصہ بنتی ہیں یقیناً کہیں فرق واقع ہوتا ضرور ہے) اس صحرائے مدینہ کی شام بھی صبح کی طرح تر و تازہ اور مسکراتی ہے، یہاں کی راتیں مختصر اور دن بڑے ہوتے ہیں۔

اے میرے ہم سفر! اس راہ پر اپنے قدم بڑی نرمی سے رکھو کہ اس صحراء میں آنے والے ہر مسافر کی طرح، ہر ذرہ بھی میری طرح دردمند ہے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کا امین ہے۔ حرمِ مدنی کی طرف سفر ایک ایسا سفر ہے جس کی جو کیفیات ہر شخص کے دل پر گزرتی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ بقول شاعر

ے مدینے کا مسافر جب کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے کہ وہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

حضورِ رسالت ـ 5 ـ (I)

امیر کارواں! آں اعجمی کیست
سرودِ او بآہنگِ عرب نیست
زند آں نغمہ کز سیرابیٔ او
خنک دل در بیابانے تواں زیست

ترجمہ اے قافلے کے سردار! وہ اعجمی کون ہے؟ اس کے نغمے کی لے عرب کے نغمے سے الگ ہے۔ وہ ایسا نغمہ گا رہا ہے جس کی سیرابی سے دل میں ایسی ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے کہ اس بیابان میں زندگی بسر کر سکتا ہے۔

تشریح تصورات کی دنیا میں علامہ اقبال اپنے آپ کو اس قافلے میں شریک پاتے ہیں جو مدینہ طیبہ کی طرف رواں دواں ہے اس میں مختلف علاقوں کے مسلمان شریک ہیں۔ شاعر (علامہ اقبال) امیر کارواں سے خود سوال کر کے پوچھتے ہیں وہ 'اعجمی' کون ہے جو کچھ بول تو رہا ہے مگر دوسروں کو سمجھ نہیں آ رہا، وہ کچھ گا تو رہا ہے مگر دوسروں کو اس کا مفہوم سمجھ نہیں آ رہا اس کی لے غیر عربی ہے اور عرب کے طور طریقوں سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس کے باوصف کہ وہ اعجمی اپنے جذبات وعقیدت کا اظہار اپنی زبان و آہنگ میں عجیب طرح کر رہا ہے اور وہ نغمہ سامعین کے دلوں میں گھر کر رہا ہے اور سامعین متاثر ہو رہے ہیں اور بغیر سمجھے بھی وہ نغمہ ہم سفروں کے دلوں کو سیراب کر رہا ہے یعنی سکون بخش رہا ہے اور متاثر کر رہا ہے اور ہر شخص اس نغمے کی ٹھنڈک دل میں محسوس کر رہا ہے۔ یقین ہے کہ ایسا شخص حضرت محمد ﷺ سے اپنے دلی عقیدت و عشق کے باعث اس صحرائی زندگی کی سختیوں کو برداشت بھی کر سکتا ہے۔

اگر حقیقی جذبات کا اظہار خلوص سے ہو تو زبان ولہجہ کے حجابات درمیان میں حائل نہیں رہتے بلکہ بات سامعین کو متاثر کر جاتی ہے اور 'از دل خیزد بر دل ریزد' والی کیفیت سامنے آ جاتی ہے۔ گلاب کے پھول کو کسی نام اور لہجے میں پکارو وہ خوشبو دے گا کہ خوشبو دینے کے عمل کے لیے نحو و گرامر کے اصول وضوابط کی پابندی ہیچ ہے۔ سفر مدینہ میں مختلف علاقوں، زبانوں، رنگ ونسل اور قومیتوں کے لوگ یک رنگی اسی لیے اختیار کر لیتے ہیں کہ مقصد اور نصب العین ایک ہے۔ آج مسلمانوں میں نماز، روزہ، حج وغیرہ کے باوجود مسلمان اُمت کی زبوں حالی اور گراوٹ کا درد نہیں اور نہ اس کے مداوا کی کوئی صورت زیر بحث ہے اسی لیے اُمت ساٹھ ملکوں میں تقسیم ہے اگر وحدت فکری پیدا ہو جائے تو امریکہ (UNITED STATES OF AMERICA) کی طرح مسلمان ممالک کی ایک UNION بن سکتی ہے اور عالم اسلام ایک عالمی طاقت بن سکتا ہے۔

نفاذِ دینِ اسلام کے لیے جن دینی سیاسی حلقوں نے انتخابی سیاست کو آزما کر دیکھ لیا ہے وہ کم از کم ایک بار پُرامن تحریک راستہ بھی آزما کر دیکھ لیں: شجاع الدین شیخ

مولانا مودودیؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے نفاذ دین اسلام کی جو تحریک اپنے جذبۂ ایمانی کے ساتھ شروع کی تھی وہ آج ہمارے پاس ایک امانت ہے: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

تاریخ گواہ ہے کہ دینی حلقوں نے مل کر جب بھی کوئی تحریک چلائی وہ کامیاب ہوئی، نفاذ دین کے لیے بھی تحریک کی ضرورت ہے: مولانا زاہد الراشدی

پورے عالمِ اسلام خصوصاً اہل پاکستان کو چاہیے کہ امارت اسلامیہ افغانستان کو مستحکم کرنے کے لیے افغان طالبان کی مالی مدد کریں: اوریا مقبول جان

افغانستان میں طالبان کی فتح آخری دور میں غلبۂ دین کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس کے بعد حضرت مہدیؑ کا ظہور ہونا ہے اور یہ مسلمانوں کی سخت ترین آزمائش کا دور ہوگا: پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی

رپورٹ سیمینار ”پاکستان میں نفاذ دین اسلام: کیا، کیوں اور کیسے؟

مرتب: محمد رفیق چودھری

تنظیم اسلامی کی ”نفاذِ دینِ اسلام مہم“ کے اختتام کے موقع پر امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کی زیر صدارت ”پاکستان میں نفاذِ دینِ اسلام: کیا، کیوں، کیسے؟“ کے عنوان سے ایک اہم سیمینار 19 ستمبر 2021ء کو قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاون لاہور میں منعقد ہوا جس میں رفقاء و احباب نے اس قدر کثیر تعداد میں شرکت کی کہ آڈیٹوریم میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور رفقاء و احباب کی بڑی تعداد نے باہر کھڑے ہوکر پروگرام کو سماعت کیا۔ یہاں تک کہ کئی لوگوں کو جگہ نہ ملنے کی وجہ سے واپس جانا پڑا۔ پروگرام صبح ٹھیک ساڑھے دس بجے شروع ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم خورشید انجم نے ادا کیے۔ تلاوت قرآن مجید اور ترجمہ کی سعادت محترم قاری احمد ہاشمی نے حاصل کی۔ اس کے بعد محترم حافظ غلام رسول ضیاء نے حمد باری تعالیٰ و نعت رسول مقبول پیش کی۔ اس کے بعد سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے جن خیالات کا اظہار کیا ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

شجاع الدین شیخ (صدر مجلس): تنظیم اسلامی اپنے طے شدہ شیڈول کے مطابق ہر سال مخصوص دورانیہ میں نہی عن المنکر و امر بالمعروف کے سلسلہ میں کسی نہ کسی آگاہی مہم کا آغاز کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں ”نفاذ دین اسلام“ مہم بھی شیڈول کے مطابق تھی جس کا اختتام ”پاکستان میں نفاذِ دینِ اسلام: کیا، کیوں، کیسے؟“ کے عنوان سے آج اس سیمینار سے ہو رہا ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ اسی دوران کابل میں افغان طالبان کی حکومت قائم ہوچکی ہے۔ اس وجہ سے اس مہم اور سیمینار کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس موقع پر مقررین نے جس خوبصورت اور جامع انداز سے سیمینار کے موضوعات کا احاطہ کیا ہے اس پر میں اپنی طرف سے اور تنظیم اسلامی کی طرف سے انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور حاضرین نے بھی جس قدر جوش و ولولہ کے ساتھ اتنی بڑی تعداد میں شرکت کی ہے اس کے لیے بھی ہم ان کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ مقررین اور حاضرین کی ان خدمات کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

موضوع کے اعتبار سے ”کیا، کیوں اور کیسے؟“ پر مقررین سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں۔ میں اس میں صرف چند باتوں کا اضافہ کروں گا۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی کڑیاں ایک ایک کرکے ٹوٹتی چلی جائیں گی، جب بھی کوئی کڑی ٹوٹے گی تو لوگ دوسری سے چمٹ جائیں گے، سب سے پہلے جو کڑی ٹوٹے گی وہ یہ ہوگی کہ حکم الٰہی کو توڑا جائے گا اور سب سے آخر میں نماز کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ (ابن حبان)

آج لوگ جمعہ کی دو رکعت پر مطمئن ہوگئے ہیں۔ بس اسی کو دین سمجھ لیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ پھر نفاذ دین کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں ایک تصور یہ بھی ہے کہ اگر اسلام نافذ ہوگیا تو نماز کی پابندی کرائی جائے گی، زکوٰۃ اور عشر کی وصولی کا معاملہ بھی ہوگا۔ بالکل ٹھیک بات ہے۔ یہ اسلام کے بنیادی ستون ہیں، کوئی ان کی اہمیت کو کم نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ دین نافذ ہوگیا تو سزائیں نافذ ہو جائیں گی اور وہ بڑی سخت سزائیں ہیں۔ ایسے لوگوں سے سوال یہ ہے کہ آپ کو کس بات کی پریشانی ہے، آپ نے چوری کرنی ہے، ڈاکہ ڈالنا، قتل کرنا، کوئی اور جرم کرنا ہے کہ آپ کو خوف ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادات کا حکم بھی اللہ دیتا ہے، جرائم کی روک تھام کے لیے سزاؤں کے نفاذ کا حکم بھی اللہ کا ہے۔ لیکن یہ اسلام کے نفاذ کا پورا تصور نہیں ہے۔ اسلام تو سوشل جسٹس کی بات بھی کرتا ہے، عدل اجتماعی کی بات کرتا ہے۔ سیاسی سطح پر سارے انسانوں کو جینے کا حق ہے۔ لہٰذا اسلامی ریاست میں تمام انسان حقوق کے اعتبار سے برابر ہوں گے۔ آج جو امیر اور غریب کا فرق ہے، یہ جو طبقاتی نظام ہے، یہ رشوت اور اقرباء پروری ہے یہ سب ظلم و ناانصافی، تفریق و تقسیم اسلامی نظام کے نفاذ کی بدولت ختم ہوجائے گی۔ لوگوں کو روٹی، کپڑا، مکان، علاج، تعلیم وغیرہ کے لیے یکساں مواقع حاصل ہوں گے۔ اسی طرح عورتوں کو وراثت میں ان کا حق دیا جائے گا۔ دین کا یہ وہ پورا تصور ہے جس کو ہم اس مہم کے ذریعے عام کرنا چاہتے ہیں۔ جب عدل قائم ہوجائے گا، لوگوں کو حقوق ملیں گے، قانون سب کے لیے برابر ہوجائے گا تو پھر جرائم اپنے آپ کم ہوجائیں گے۔ یہ سب حقوق ملنے کے بعد بھی اگر کوئی جرم کرتا ہے تو پھر آخری درجے میں اس کو سزا لازم ہوگی تاکہ دوسروں کے لیے عبرت کا باعث ہو۔ شرعی سزاؤں کے نفاذ میں برکت بھی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب اللہ کی ایک حد نافذ ہوجاتی ہے تو جس قدر چالیس روز کی بارش سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اس سے زیادہ برکتیں اس ایک حد نافذ کرنے سے نازل ہوتی ہیں۔ پھر یہ کہ دین کا نفاذ ہوگا تو اللہ کی مدد بھی آئے گی۔ دین کا نفاذ صرف حکمرانوں کا کام نہیں ہے بلکہ یہ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اللہ نے قرآن اسی لیے نازل فرمایا۔ یہ قرآن صرف تلاوت کے لیے نہیں ہے بلکہ اقامت کے لیے بھی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن کے پاس اختیار ہے، حکومت ہے وہ اگر اللہ کے احکامات کو نافذ نہیں کرتے تو وہی کافر ہیں، وہی ظالم ہیں،

وہی فاسق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:''تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلّت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔''(البقرۃ:85)

یہ رویہ اللہ کو ہرگز قبول نہیں ہے کہ دین کی کچھ باتوں پر عمل کر لیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔اللہ چاہتا ہے کہ پورے کے پورے دین میں داخل ہو جاؤ۔قیام پاکستان کا مقصد نفاذِ اسلام تھا۔تحریک پاکستان میں قربانیاں دینے والوں کا سب سے مقبول نعرہ تھا''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ''۔اس کلمے کا عملی تقاضا یہ ہے کہ ہماری پارلیمنٹ میں بھی اسلام نافذ ہو،عدالتوں میں بھی اسلام نافذ ہو،الغرض ہر شعبہ زندگی میں صرف اللہ ہی ہمارا معبود ہو۔قیام پاکستان کے بعد ہم نے اس عہد کو پورا نہیں کیا تو 1971ء میں اللہ کے عذاب کا کوڑا ہم پر برسا اور ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ایسا اس وجہ سے ہوا کہ ہم نے پاکستان جس نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا تھا اس کا عملی نفاذ نہیں کیا۔وہ نظریہ اسلام تھا جس نے اُن تمام لوگوں کو جوڑ کر ایک قوم بنا دیا تھا جن کی بود و باش ، رنگ ، نسل ، زبان مختلف تھی۔آج بھی پاکستان کا استحکام اور بقا صرف نفاذ اسلام میں مضمر ہے۔جس نظریہ کے تحت پاکستان بنایا گیا اس کو قائم کرنا ہوگا۔اس کی ضرورت اب تمام مکاتب فکر کے علماء بھی محسوس کر رہے ہیں۔2010ء میں جب بانی تنظیم اسلامی کا انتقال ہوا تو انہی دنوں جامعہ اشرفیہ لاہور میں مکتبہ دیوبند کے علماء کا ایک اجلاس ہوا۔اجلاس کا اعلامیہ بانی تنظیم اسلامی کی باتوں کی تائید کر رہا تھا۔اس اعلامیہ میں لکھا گیا کہ پاکستان میں جتنے مسائل ہیں ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر شریعت نافذ نہیں ہے۔لہٰذا اب ہمیں پُرامن، منظم اور غیر مسلح تحریکِ نفاذِ شریعت کے لیے اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔متفقہ اعلامیہ میں دو راستوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ایک آئین کا راستہ تھا جس کو سافٹ ریولوشن کہا گیا کہ اگر قرارداد مقاصد کی پورے آئین پر سپرمیسی قائم ہو جائے اور آئین کی جو شقیں خلافِ اسلام ہیں انہیں اسلامی بنایا جائے اور اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت اپنا کردار ادا کریں تو سافٹ طریقے سے اسلام آ سکتا ہے۔لیکن اس ضمن میں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ تنظیم اسلامی نے اپنی ابتدا سے ہی سود کے خلاف مہم کا آغاز کیا اور عدالتوں میں کیس بھی دائر ہوئے لیکن آج تک وہی 14 سوال پوچھے جا رہے ہیں جو آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے پوچھے جا رہے تھے کہ سود کی تعریف کی جائے،سود کسے کہتے ہیں وغیرہ۔یعنی سافٹ ریولوشن کا راستہ بھی ناکام ہو چکا ہے۔آج ہمارے بعض دینی حلقوں میں نفاذ شریعت کے حوالے سے تین آراء پائی جاتی ہیں۔

1۔ دعوت وتبلیغ کے ذریعے: اس طبقے کا ماننا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا عمل جاری رکھا جائے۔جب لوگوں کی زندگی میں اسلام آ جائے گا تو اسلامی نظام خود غالب ہو جائے گا۔لیکن اس حوالے سے تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ یہ دعوت وتبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن ملک میں اسلام کا نفاذ اس طریقے سے ناممکن ہے۔نبی پاک ﷺ سے بڑھ کر کون داعی و مبلغ ہو سکتا ہے۔اگر صرف دعوت وتبلیغ سے اسلام غالب ہوتا تو آپ ﷺ کو بدر و اُحد کے معرکے سجانے کی اور 259 صحابہ کرامؓ کی قربانیاں دینے کی کیا ضرورت تھی۔لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ صرف دعوت وتبلیغ سے کسی ریاست میں اسلام غالب نہیں ہو سکتا۔

دنیا کا موجودہ نظام ناکام ہو چکا ہے۔آج دنیا متبادل نظام کی تلاش میں ہے۔مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی نظام عملاً قائم کر کے دنیا کو اس کی برکات وثمرات دکھائیں۔

2۔قتال کا راستہ: جس طرح افغان طالبان نے جہاد وقتال کا راستہ اپنا کر نفاذ شریعت کی منزل حاصل کی ہے لیکن تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ یہ طریقہ مسلمان معاشرے اور ملک میں قطعاً موزوں ومفید نہیں ہو سکتا۔کیونکہ یہاں آپ کا مقابلہ مسلم حکمرانوں، وڈیروں اور جاگیرداروں کے ساتھ ہے اور کسی کلمہ گو مسلمان کے قتل کا حکم اسلام ہرگز نہیں دیتا۔

3۔ جمہوریت اور انتخابی سیاست: جس طرح مصر میں الاخوان نے حکومت بنائی۔لیکن تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ پاکستان میں نفاذ شریعت کے حوالے سے یہ راستہ بھی لاحاصل ہے اور پاکستان کی 74 برس کی تاریخ میں بار بار یہ ثابت ہو چکا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا غلبہ ہے اور ایسی صورتحال میں عوامی رائے کی آزادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ جن دینی حلقوں نے انتخابی سیاست کا راستہ اختیار کیا وہ 74ء برسوں میں نفاذ اسلام کی طرف ایک قدم نہیں بڑھ سکے۔شاید یہی وجہ تھی کہ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی وفات کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں مکتبہ دیوبند کے علماء کے اجلاس میں متفقہ اعلامیہ میں دوسرا راستہ یہ تجویز کیا گیا کہ نفاذ شریعت کے لیے ایک پُرامن تحریک کا آغاز کیا جائے۔یہی وہ بات تھی جس کی طرف بانی تنظیم اسلامی 1980ء سے قوم کو متوجہ کر رہے تھے۔شکر ہے کہ علماء نے ڈاکٹر صاحب کے دنیا سے جانے کے بعد ہی سہی لیکن اس تجویز پر اتفاق کیا اور یہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے پاکستان میں نفاذ دین کا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ جن دینی سیاسی حلقوں نے انتخابی سیاست کا راستہ آزما کر دیکھ لیا ہے وہ کم از کم ایک بار اس راستہ کو بھی آزما کر دیکھ لیں۔تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کا قیام بھی ایک تحریک کے نتیجہ میں ممکن ہوا۔پھر ختم نبوت کے معاملے پر جو تحریک چلی وہ بھی 1974ء میں جا کر کامیاب ہوئی اور قادیانی مسئلہ کا قانونی حل نکل سکا۔پھر تحفظ ناموس رسالت کی تحریک برپا ہوئی تو اس نے بھی کامیابی حاصل کی۔آج بھی پورے پاکستان میں جب لوگ بجلی ،گیس ، مہنگائی وغیرہ جیسے مسائل کے حل کے لیے سڑکوں پر آتے ہیں تو ان کا مطالبہ مانا جاتا ہے۔اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں نفاذ شریعت بھی صرف اسی راستے سے ممکن ہے اور یہ صرف علماء اور حکمرانوں کا کام نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔لوگ پانی، بجلی، گیس، مہنگائی کے مسائل کے حل کے لیے سڑکوں پر نکلتے ہیں،اپنے حق کے لیے نکلتے ہیں،کیا اللہ کا کوئی حق نہیں ہے؟۔باقی ہر ایشو کے لیے ہم کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی بات منواتے ہیں۔کیا دین ہی لاوارث رہ گیا ہے،سوتیلا رہ گیا ہے۔اسی بات کو عوام تک ، دینی طبقے تک ،علماء تک اور حکمرانوں تک پہنچانے کے لیے تنظیم اسلامی نے نفاذ دین اسلام مہم شروع کی ہے۔اس کے لیے ہمارے پاس جو ذرائع اور وسائل مہیا تھے ان کے ذریعے ہم نے اپنی بات پہنچانے کی کوشش کی ہے۔اللہ تعالیٰ اس جدوجہد میں حصوں لینے والوں کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔مسلمانوں کا کام صرف اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنا ہے اور مسلمانوں کی عزت بھی اسی جدوجہد میں ہے۔اسی طرح مسلمان ممالک کو اور مسلم اُمت کو عزت اور طاقت بھی غلبہ اسلام کی جدوجہد میں ملے گی۔اسلام نے ایک دن پوری دنیا پر غالب ہونا ہے۔یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔لیکن ہمیں سوچنا ہے کہ ہم اس میں اپنا کیا کردار ادا کر رہے ہیں اور اگر اس حوالے سے کوئی کردار

ادا نہیں کر رہے تو سوچنا چاہیے کہ ابھی موت آجائے تو ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ جو فریضہ اللہ کے آخری نبی ﷺ ہمیں سونپ کر گئے اُسے ہم نے کتنا ادا کیا؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کا سچا اُمتی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (نائب امیر جماعت اسلامی): ہم تنظیم اسلامی کے شکر گزار ہیں کہ وہ وقتاً فوقتاً اقامت دین کے فکر کو اُجاگر کرنے کے لیے ایسے پروگرامز کا انعقاد کرتی رہتی ہے اور یہ اور بھی خوش آئند بات ہے کہ پاکستان میں نفاذ دین اسلام: کیا، کیوں اور کیسے؟ کے موضوع پر یہ سیمینار ایک ایسے وقت میں منعقد کیا جا رہا ہے جب افغانستان میں اُمید کی شمع روشن ہو چکی ہے۔ جہاں تک موضوع کے اعتبار سے ''کیا'' کا تعلق ہے تو قرآن و سنت پورے کا پورا ہی ''کیا'' ہے۔ دین آج سے چودہ سو سال پہلے مکمل ہو گیا اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم پورے کے پورے دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔ عدالت، سیاست، پارلیمنٹ، گھر سمیت کوئی شعبہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام نافذ نہ ہو۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ: ''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے، اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔'' (الحج:41)

جہاں تک ''کیوں'' کا سوال تو پاکستان بنا ہی اسی لیے تھا۔ قائداعظم کے 102 فرمودات اور علامہ اقبال کا پورا کلام ہی اسی تصور پر مبنی ہیں کہ پاکستان میں خلافت راشدہ کے طرز پر نظام قائم کیا جائے گا۔ پھر 1949ء میں اسی حوالے سے قرارداد مقاصد پاس ہوئی، 1951ء میں تمام مکاتب فکر کے 31 علماء کے 22 نکات بھی پیش ہو گئے۔ پھر جب بھی کسی بین الاقوامی ادارے نے پاکستان میں نظام کے حوالے سے ریفرنڈم کیا تو ہمیشہ نوے فیصد سے زائد عوام کی رائے یہی تھی کہ پاکستان میں اسلامی نظام ہونا چاہیے۔ پھر اگر قائداعظم کے فرمان نہ بھی ہوتے، پاکستان اس نعرے کی بنیاد پر نہ بھی بنا ہوتا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ تب بھی یہ صرف پاکستان اور اہل پاکستان کا ہی فرض نہیں بلکہ پوری اُمت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے معاشروں میں اسلام کو نافذ کریں، ان کے ہر شعبۂ زندگی میں صرف اللہ کا ہی حکم چلے۔ قرآن میں اللہ نے واضح کر دیا کہ جن کو ملک، ریاست، اختیار اور طاقت دی گئی وہ اگر اللہ کے احکام کو نافذ نہیں کرتے تو وہی کافر ہیں، وہی ظالم ہیں، وہی فاسق ہیں۔ ہمارے سب مسائل کا حل صرف اس میں ہے کہ مسلمان نفاذ دین کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔ ''کیا'' اور ''کیوں'' تک تمام مکاتب فکر متفق ہیں۔ اس کے بعد ''کیسے؟'' میں تھوڑا اختلاف ہے لیکن بنیادی طور پر مقصد ایک ہی ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کا غلبہ ہو جائے۔ مولانا مودودیؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے نفاذ دین اسلام کی جو تحریک اپنے جذبۂ ایمانی کے ساتھ شروع کی تھی وہ آج ہمارے پاس ایک امانت ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اس اُمید کے ساتھ اس تحریک کو اگلی نسلوں میں منتقل کریں کہ اولاً پاکستان میں اور بعد ازاں پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

مولانا زاھد الراشدی: نظام کی تبدیلی کے سلسلے میں کروٹ لیتی ہوئی دنیا میں ایک ایسے سیمینار کا انعقاد انتہائی خوش آئند ہے۔ اس پر ہم تنظیم اسلامی کے ممنون بھی ہیں، مشکور بھی ہیں۔ آج بھی دنیا حضور ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب کو اور خلافت راشدہ کے نظام کو آئیڈیل کہتی ہے۔ گاندھی جیسے لوگوں نے بھی کہا کہ خلافت راشدہ کے اصول اپناؤ۔ یہ سب لوگ خلافت راشدہ کی مثالیں بھی دیتے ہیں، حوالے بھی دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کو اعتراض یہ ہے کہ چونکہ یہ عربوں کا نظام تھا اس لیے قابل قبول نہیں ہے۔ حالانکہ یہ نظام صرف عربوں کے لیے نہیں تھا بلکہ پوری انسانیت کے لیے تھا۔ پھر ایک نکتہ یہ اُٹھایا جاتا ہے کہ یہ اُس دور کے لیے تھا۔ حالانکہ یہ نظام قیامت تک کے لیے آئیڈیل ہے۔ ان دو اعتراضات کو ہٹا کر دیکھا جائے تو آنے والا دور بھی اسلامی نظام کا متقاضی ہے۔ شہزادہ چارلس نے آکسفورڈ کے ایک لیکچر میں کہا تھا کہ دنیا کا موجودہ نظام ناکام ہو چکا ہے۔ متبادل نظام کے لیے اسلام کو سٹڈی کرو اور اسلام کو سٹڈی کرتے ہوئے دو باتیں بھول جاؤ کہ ہمارے بڑے اسلام کے بارے میں کیا کہتے رہے اور موجودہ مسلمان کیا ہیں۔ متبادل نظام کی ضرورت اس لیے محسوس کی جا رہی کیونکہ موجودہ نظام ناکام ہو چکا ہے۔ اب اسے صرف دھونس دھاندلی اور معاشی اور عسکری دباؤ کے سہارے چلایا جا رہا ہے۔ متبادل نظام کے بغیر اب دنیا کے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں۔ اس بات کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ اسلام کی صورت میں اُس فطری نظام کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں جو حقیقی معنوں میں عدل و قسط کی معراج ہے۔ پورے عالم اسلام کو پاکستان سے توقعات تھیں کہ یہاں سے اسلام کا نمونہ دنیا کو پیش کیا جائے گا، پاکستان بنا اسی لیے تھا اور پاکستان کے لیے بے شمار قربانیاں اسی لیے دی گئیں تھیں لیکن یہ عزت اللہ نے افغان طالبان کی قسمت میں لکھی تھی کہ انہوں نے اسلامی نظام کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ دنیا اس پر حیران بھی ہے اور پریشان بھی۔ باطل کے قلب سے آہستہ آہستہ ٹیسیں اُٹھیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا شکست کے کھانے کے باوجود اپنی شرطیں منوانا چاہتی ہے کہ نظام ایسا ہونا چاہیے ویسا ہونا چاہیے۔ حالانکہ دنیا کو کوئی حق نہیں کہ وہ اب اپنی شرطیں منوائے کیونکہ دنیا ہار چکی ہے، دنیا کا نظام ہار چکا ہے۔ یورپین پارلیمنٹ کا اعلامیہ ہے کہ یہ ہماری اجتماعی ناکامی ہے۔ دنیا کو اس شکست کو قبول کرنا چاہیے اور افغان طالبان کو موقع دینا چاہیے۔ 20 سال تو امریکہ نے تسلط قائم رکھا، اس سے قبل سوویت یونین نے ان پر جنگ مسلط کیے رکھی۔ اب کم از کم افغان طالبان کو دس سال تو دو۔ پاکستان میں نفاذ دین اسلام: کیا، کیوں اور کیسے؟ کے حوالے سے بات واضح ہے کہ سوائے پُرامن تحریک کے اور کوئی حل نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دینی حلقوں نے مل کر جب بھی کوئی تحریک چلائی ہے وہ کامیاب ہوئی ہے۔ چاہے وہ تحریک پاکستان ہو، قادیانیوں کے خلاف تحریک ہو یا تحفظ ناموس رسالت کی تحریک ہو۔ اب بھی نفاذ اسلام کے لیے ضروری ہے کہ دینی حلقے باہم اتفاق و اتحاد اور یکجہتی کے ساتھ نفاذ شریعت کے لیے تحریک کا آغاز کریں۔ ان شاء اللہ وہ کامیاب ہوگی۔

اوریا مقبول جان: آج سے انیس سال پہلے ایک موقع پر بحث کے دوران جب پرویز مشرف امریکہ اور نیٹو کی طاقت اور ٹیکنالوجی کے قصیدے سنا رہا تھا تو میں کہا تھا کہ اللہ کرے اُس وقت تک تم بھی زندہ رہو اور میں بھی زندہ رہوں جب امریکہ افغانستان سے ذلت آمیز شکست کھا کر بھاگے گا تاکہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔ اللہ نے میری دعا قبول کی۔ اللہ کی یہ سنت ہے کہ جو اس پر کامل بھروسا کرتا ہے اس کو مغلوب نہیں ہونے دیتا۔ یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو دو سال پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ انہیں افغانستان میں شکست ہو چکی ہے مگر اُن کے سامنے آخری راستہ ایک ہی تھا کہ اب طالبان معاشی طور پر حکومت چلا کر دکھائیں۔ طالبان کا معاشی شعب ابی طالب اب شروع ہوا ہے۔ آزمائش اب شروع ہوئی ہے۔ آج دنیا کس منہ سے افغان طالبان سے کہتی ہے کہ حکومت وسیع البنیاد ہونی چاہیے۔ کیا دنیا نے کبھی جو بائیڈن سے کہا ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ مل کر حکومت بناؤ؟ کیا مودی کو کسی نے کہا کہ کانگریس کو اعتماد

میں لے کر حکومت بناؤ۔ دوسری طرف پوری دنیا اس وقت افغان طالبان کا معاشی بائیکاٹ کیے بیٹھی ہے تا کہ وہ ناکام ہو جائیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مشرکین مکہ نے شعب ابی طالب میں مسلمانوں کا معاشی بائیکاٹ کیا تھا۔ آج افغان طالبان کو انسانی تاریخ کے سب سے بڑے معاشی بائیکاٹ کا سامنا ہے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج بھی پورا عالم اسلام اسی طرح افغان طالبان کے خلاف اس معاشی بائیکاٹ میں دنیا کے ساتھ کھڑا ہے جس طرح عسکری جنگ میں اُن کے خلاف کھڑا تھا۔ لیکن میں آج یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ افغان طالبان کو اس امتحان میں بھی کامیابی دے گا۔ ان شاء اللہ۔ ہم کہاں کھڑے ہیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے۔ کیا پاکستان میں کسی نے افغان طالبان کی اسلامی حکومت کی مدد کے لیے کیمپ لگایا؟ حالانکہ پورے عالمِ اسلام خصوصاً پاکستان کو چاہیے کہ افغان طالبان کی مالی معاونت سمیت ہر طرح کی مدد کرے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پاکستان میں سب کو اعتماد میں لیا جائے گا تو اسلام نافذ ہوگا یہ ایک لاحاصل بات ہے۔ ملا عمر نے جب افغانستان میں امارت اسلامیہ کی بنیاد رکھی تھی تو ان کے ہاتھ پر صرف چالیس علماء نے بیعت کی تھی باقی سب خلاف تھے۔ صرف نیت خالص ہونی چاہیے اور اللہ پر بھروسا ہونا چاہیے کیونکہ وہی اللہ ہے جو قلیل جماعت کو بڑی طاقتوں پر فتح عطا فرماتا ہے۔ افغان طالبان نے اپنے پچھلے دور حکومت میں افغانستان میں وہ امن قائم کر کے دکھایا جو پورے ہزار سال کی تاریخ میں نہیں ہو سکا۔ افغانی مر جائے گا لیکن کبھی اسلحہ نہیں چھوڑے گا لیکن ملا عمر کے ایک حکم پر پورے ملک میں افغانیوں نے اپنا اسلحہ جمع کرا دیا۔ اسی طرح ملا عمر کے ایک حکم پر پوست کی کاشت افغانستان سے ختم ہوگئی۔ میں کئی بار افغانستان گیا۔ ہندو اور سکھ دکانیں کھلی چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے۔ انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ یہ صرف اسلامی نظام کی برکت تھی۔ پھر جب امریکہ نے حملہ کیا تو دنیا طالبان کا مذاق اُڑاتی تھی کہ یہ دنیا کی سپر پاور کا کیا مقابلہ کریں گے۔ آج کہتے ہیں دیکھتے ہیں طالبان معاشی طور پر کیسے زندہ رہیں گے۔ امریکہ نے افغانستان اور عراق پر جمہوریت اسلحہ اور بارود کے ذریعے مسلط کرنا چاہی اور اس کے لیے قتل و غارت گری کی۔ پاکستان میں بھی جمہوریت اور آئین ہے۔ 57 ہزار مرتبہ یہاں سے امریکی فضائیہ نے افغان طالبان پر حملے کیے۔ 6 سو نہتے اور بے گناہ لوگوں کو مشرف نے پکڑ کر امریکہ کی جیلوں میں بند کروایا۔ کیا آئین اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ ہمارا Absolutely Not اصل میں Absolutely Yes ہے۔ اگر ایسی بات نہیں ہے تو پاکستان میں کتنے کیمپ لگے ہیں افغانستان کے ان یتیم بچوں کی مالی مدد کے لیے جو اس بیس سالہ جنگ میں مارے گئے۔ پوری اُمت کی ضرورت ہے اس وقت کہ وہ افغان ری ہیبلیٹیشن فنڈ قائم کریں۔ کیونکہ دنیا میں واحد اسلامی حکومت قائم ہوئی ہے۔ آج ہماری آنکھیں بند ہو جائیں تو اللہ سوال کرے گا کہ تمہارے پڑوس میں مسلمان جنگ میں مارے گئے، ان کا معاشی بائیکاٹ کیا گیا تم نے کیا کردار ادا کیا تو ہم کیا جواب دیں گے۔ کیا ہمارا کردار مشرف سے مختلف ہے؟

پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی: اللہ نے دینِ اسلام کو غالب کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اصل میں یہ ہماری آزمائش ہے۔ دین غالب ہوگا تو ہی مسلمان غالب ہوں گے۔ اللہ کا دین مسلمانوں کو غالب کرتا ہے۔ دین کو قائم کرنا صرف حکمرانوں کا کام نہیں، یہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

یہ شہادت گاہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی چلی جائیں گی، جب بھی کوئی کڑی ٹوٹے گی تو لوگ دوسری سے چمٹ جائیں گے، سب سے پہلے جو کڑی ٹوٹے گی وہ یہ ہوگی کہ حکم الٰہی کو توڑا جائے گا اور سب سے آخر میں نماز کو بھی چھوڑ دیا جائے گا (ابن حبان) اسلام اپنی جگہ قائم ہے۔ اس کی کوئی کڑی نہیں ٹوٹی۔ مراد یہ ہے کہ مسلمان اسلام کی ایک ایک کڑی چھوڑتے جائیں گے۔ جیسے ہی ایک کڑی کو چھوڑیں گے تو اس کی جگہ غیر اللہ کا قانون آجائے گا۔ ظاہر ہے جہاں اسلام غالب نہیں ہوگا وہاں باطل غالب ہو جائے گا۔ آخری کڑی پانچ وقتہ نماز ہے۔ ہم پانچ وقتہ نمازی کو بڑا پرہیزگار اور متقی مسلمان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کے حقیقی تصور میں ادنیٰ ترین مسلمان وہ ہے جو پانچ وقتہ نماز پڑھتا ہے لیکن اسلام کے باقی قوانین پر عمل نہیں کرتا۔ اور جو نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے تو وہ کفر میں چلا جاتا ہے۔ حقیقت میں اسلامی قوانین پر، شریعت پر عمل پیرا ہونے کا نام دین ہے۔ حقیقی مسلمان وہی ہے جو اسلامی قوانین پر عمل کرتا ہے اور ان کے نفاذ کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ آج ایک تصور ہمارے معاشرے میں پریکٹسنگ مسلمان اور نان پریکٹسنگ مسلمان کا بھی آ گیا ہے۔ یہ عجیب تماشا ہے۔ آج دین سے جڑنا پہلی ترجیح نہیں رہا۔ نماز روزہ تو ہر جگہ ہو رہا ہے، انڈیا میں بھی ہو رہا ہے، دنیا کے ہر ملک میں ہو رہا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ یہاں اللہ کا دین نافذ ہوگا۔ اسی لیے مسلمانوں نے پاکستان کے لیے قربانیاں دیں۔ نفاذ دین کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پارلیمنٹ میں بھی اسلام ہو، عدالتوں میں بھی اسلام ہو، ہر شعبۂ زندگی میں اسلام نافذ ہو۔ جہاں دین نہیں ہے وہاں کفر ہے۔ افغانستان پر امریکی حملے سے پہلے بش نے کہا تھا کہ ہم طالبان کے لیے زمین تنگ کر دیں گے۔ ملا عمر نے کہا تھا کہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ کا وعدہ مومنین کے ساتھ ہے۔ دیکھتے ہیں کس کا وعدہ پورا ہوگا۔ آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ اللہ پر بھروسا کرنے والوں کو اللہ مغلوب نہیں ہونے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے نفاذ کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ کے دین کے لیے مرمٹنا اگر ترجیح اول نہ ہو تو ذلت و رسوائی مسلط ہو جاتی ہے۔ یہ ذلت و رسوائی اس وقت تک دور نہ ہوگی جب تک کہ دین کو مسلمان اپنی ترجیح اول نہ بنائیں گے۔ اقامت دین کی جدوجہد ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری اس اُمت کے کندھوں پر ہے۔ مگر آج مسلمانوں کی ترجیح اوّل کاروبار، روزگار ہے اسی وجہ سے مسلمانوں پر ذلت و رسوائی مسلط ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ میں اور آپ دین کو ترجیح اول بنائیں۔ دین کو غالب اللہ نے کرنا ہے مسلمانوں نے صرف جدوجہد کرنی ہے۔ افغانستان میں طالبان کی فتح آخری دور میں غلبۂ دین کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس کے بعد حضرت مہدیؒ کا ظہور ہونا ہے اور یہ مسلمانوں کی سخت ترین آزمائش کا دور ہوگا۔ کیونکہ حضرت مہدیؒ کی بیعت وہی کرے گا جو جہاد و قتال کے لیے تیار ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمانوں اس دور میں تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک بڑا گروہ وہ ہوگا جو امام مہدی کو ماننے سے انکار کر دے گا۔ فرمایا اُن کے دل میں رتی بھر ایمان نہیں ہوگا۔ دوسرا طبقہ وہ گا جو امام مہدی کی بیعت کرے گا اور ان میں سے آدھے شہید ہو جائیں گے۔ فرمایا وہ روئے زمین کے بہترین شہید ہوں گے۔ باقی آدھا حصہ جو باقی بچیں گے ان کے ذریعے اللہ اسلام کو غالب کرے گا۔ اس آزمائش کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قارئین پروگرام ''سیمینار'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

حضرت فاطمہ بنت اسد ؓ کا شمار ان جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے جو مسلمان خواتین کے لیے سرمایۂ فخر وناز ہیں۔ آپؓ قریش کے سردار ہاشم عبد مناف کی پوتی، حضرت عبد المطلب کی بھتیجی اور بہو، ابوطالب کی زوجہ اور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی چچی اور سمدھن، شہید موتہ حضرت جعفر طیار ؓ اور شیر خدا حضرت علی ؓ کی والدہ اور خاتون جنت حضرت فاطمہ ؓ کی خوشدامن تھیں۔

نام ونسب

نام فاطمہ ؓ، والد کا نام اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ والدہ کا نام، فاطمہ بنت ھَرِم بن رواحہ ہے۔ طالب آپؓ کا بڑا بیٹا تھا، جن کے نام پر آپؓ کی کنیت اُمِ طالب اور آپؓ کے شوہر کی ابوطالب ہے۔

نکاح

آپؓ کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابوطالب بن عبد المطلب سے ہوا۔ علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں ’’یہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جن سے ہاشمی اولاد ہوئی۔‘‘

اولاد

آپؓ کے چار بیٹے طالب، عقیل، جعفر اور علی ؓ اور تین بیٹیاں ام ہانی، جمانہ اور ریطہ ؓ تھیں۔

قبول اسلام

سرزمین عرب میں دعوت اسلام بلند ہوئی تو قبائل عرب میں بنو ہاشم قبول اسلام میں پیش پیش تھے۔ ان میں ابوطالب کا گھرانہ سب سے آگے تھا۔ جونہی دعوت اسلام ان کے کانوں میں پڑی، یہ اسلام کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر انہوں نے اسلام کے لیے جو قربانیاں دیں وہ سب سے زیادہ ہیں۔ ابو طالب کا خاندان نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور اپنے مال وجان اور دنیا کی ہر شے کو ہر آن آپؐ پر نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

جناب ابوطالب کی بیوی حضرت فاطمہ ؓ اسلام کی دعوت سنتے ہی خود بھی مسلمان ہوئیں اور اپنی اولاد کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے متمتع کیا۔

آخری نبی ﷺ کی پرورش کی سعادت

اللہ کے نبی ﷺ ابھی دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے کہ شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے۔ پھر عمر مبارک صرف چھ سال ہی تھی کہ آغوشِ مادر بھی نہ رہی۔ دو سال بعد شفیق دادا بھی دنیا چھوڑ گئے۔ ماں نہ باپ، بھائی نہ بہن اور اب دادا کا سایۂ شفقت بھی نہ رہا۔ اللہ عزّوجل نے اپنے محبوبؐ کو صبر وآزمائش کی بھٹی سے گزار کر رہتی دنیا تک کے یتیم بچوں کے لیے ایک لازوال، اعلیٰ وارفع مثال قائم کر دی۔ اب چچا ابوطالب اور چچی فاطمہ ؓ ہی آپؐ کے سب کچھ تھے۔ جناب ابوطالب تو والد، جناب عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے، لیکن چچی نے معصوم ویتیم بھتیجے پر ممتا کے جو پھول نچھاور کیے، وہ رشتوں کی تاریخ میں سنہرے حروف سے تحریر ہیں۔

اُن کا یتیم بچے کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلۂ رحمی دنیا بھر کی خواتین کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آج ایک ایسے معاشرے میں کہ جہاں دین سے دُوری کی وجہ سے رشتوں کا تقدس معدوم ہوتا جا رہا ہے، وہاں یتیم بچوں کے ساتھ ناروا سلوک نے پھوپھی، چچی، خالہ اور سوتیلی ماں جیسے ماں بدل پاکیزہ رشتوں کی رُوح بھی پامال کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابیاتؓ کی سیرت کے مطالعے کی جتنی ضرورت آج ہے، کبھی نہ تھی۔ ہمارے آس پاس معصوم بچوں پر بیتنے والے دِل سوز واقعات بکھرے پڑے ہیں کہ جنھیں قلم بند کرتے ہوئے دل کانپ جاتا ہے، ہاتھ لرز اُٹھتے ہیں۔

سب سے منفرد ماں

جناب عبد المطلب کی وفات کے بعد قبیلے کی سرداری، خاندان کی سربراہی اور خانۂ کعبہ کے متولی کی ذمے داری جناب ابوطالب کے کندھوں پر آچکی تھی۔ وہ معاشی طور پر خوش حال نہ تھے۔ اپنے سات بچوں کے علاوہ اب چہیتے بھتیجے کی سرپرستی اور پرورش کی ذمے داری بھی آپڑی تھی۔

ایسے میں سلیقہ شعار اہلیہ نے صبر وشُکر، قناعت، سلیقہ مندی، فہم وفراست، سنجیدگی وبردباری، دانش مندی، حکمت اور توکّل علی اللہ کے ساتھ سفید پوشی کا بھرم برقرار رکھا ہوا تھا۔ اُنھوں نے بھتیجے کو اپنی حقیقی اولاد پر ترجیح دیتے ہوئے ماں کے پیار کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ گھر کی ہر عُمدہ چیز اور بہترین پوشاک پر پہلے بھتیجے کا حق تھا، بعد میں اپنے بچوں کا۔ یہ چچی ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ ساتوں بچے حضور ﷺ پر جان چھڑکتے تھے۔ یوں اللہ کے رسول ﷺ کے بہن، بھائی آلِ ابوطالب ہی تھے۔ پیار ومحبت کے اس مشک بُو تعلق کے پیچھے حضرت فاطمہ بنتِ اسد ؓ کا وہ والہانہ کردار ہے، جس کی گواہی رسول اللہ ﷺ بار بار دیا کرتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں جن چند خواتین نے آپ ﷺ کے لیے ماں کا کردار ادا کیا، اُن میں چچی، فاطمہ ؓ سب سے منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔

ماں کی ممتا اور بیٹے کا پیار

نبوّت کے اعلان کے ساتھ ہی اہلِ مکّہ کی محبتیں، نفرتوں میں بدل گئیں۔ جو کل تک دوست تھے، وہ دشمن بن گئے۔ اس کڑے وقت میں جناب ابو طالب کے ساتھ حضرت فاطمہ ؓ ہی تھیں، جنھوں نے ممتا کی آغوش فراہم کی اور رُوح کے زخموں پر محبتوں کے پھائے رکھے۔ نیز، اپنے بچوں حضرت جعفر ؓ اور حضرت علی ؓ کے ساتھ اسلام قبول کر کے ’’سابقون الاوّلون‘‘ کے اعزاز سے سرفراز ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ کا دارِ ارقم میں قیام ہو یا شعب ابی طالب کی قیدِ سخت، طائف کا سفر ہو یا مکّے کے بازاروں میں ڈھائے جانے والے مظالم، ظلمت وکفر، قہر وغضب اور ابتلاء کے اس دَور میں یہ چچی فاطمہ ؓ ہی تھیں، جو کبھی رازداری سے تو کبھی علی الاعلان حقِ ممتا ادا کرتی رہیں۔ قریش، ابوطالب کے پاس جا کر شکایت کرتے، تو جواب ملتا ’’وہ ماں ہیں اور حضرت محمد ﷺ اُن کے بیٹے۔ تم ماں کی ممتا کو بیٹے کے پیار سے کیسے جُدا کر سکتے ہو؟ فاطمہؓ اُن سے اپنے بچوں سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔ مَیں اُنھیں کیسے منع کر سکتا ہوں؟‘‘ جب اُنھوں نے اسلام قبول کیا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ’’مجھے کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی، جتنی چچی کے اسلام لانے پر ہوئی۔‘‘

صُورت وسیرت میں یکتا

حضرت فاطمہ ؓ جس دَور میں پیدا ہوئیں، اُس

وقت اہلِ قریش کی شرافت، ذلت و پستی کے گڑھوں میں دفن ہو چکی تھی۔ معاشرہ سخت اضطراب، انتشار اور زوال وانحطاط کا شکار تھا۔ شرم ناک خرافات اور جاہلانہ رسومات نے انسانی زندگی کو جانوروں سے بدتر کر دیا تھا۔ اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا تھا۔ قریش اپنے آپ کو دینِ ابراہیمؑ کا علم بردار اور محافظ سمجھتے ہوئے دوسروں سے افضل و اعلیٰ خیال کرتے تھے۔ اسی احساسِ برتری نے غرور و تکبر کا رُوپ دھارتے ہوئے اُن کی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو گناہوں کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا۔

عالم یہ تھا کہ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے مقدس ترین رشتے بھی پامال ہو رہے تھے، یہاں تک کہ اپنی نوزائیدہ بچیوں کو زندہ دفن کر دینا فخر کی بات سمجھی جاتی اور اس کے قصے محافل میں بیان کیے جاتے۔ ویسے تو اہلِ قریش شریعتِ ابراہیمؑ سے کوسوں دُور تھے، البتہ خاندانِ بنو ہاشم کی اکثریت دینِ ابراہیمؑ ہی کی پیروکار تھی۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسد ؓ خانوادۂ ہاشم کی چشم و چراغ تھیں۔ اپنے حُسن و جمال اور معصومانہ حرکات کی وجہ سے پورا گھرانہ اُن کا گرویدہ تھا۔ خانہ کعبہ کے متولی، بنو ہاشم کے بارُعب و بردبار سردار، عبدالمطلب اپنی اس بھتیجی سے بے حد پیار کرتے اور یہ پیار ہی اُن کے ابوطالب سے نکاح کی بنیاد بنا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں خوب صُورتی کے ساتھ پاکیزہ سیرت سے نوازا تھا۔ شوہر اور سسرال والوں کے دِلوں پر راج کرنا اُنہیں خُوب آتا تھا۔ جناب ابوطالب نے کسی ساری زندگی دوسری عورت کی جانب دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ مرتے دَم تک فاطمہ بنتِ اسد ؓ ہی اُن کی شریکِ حیات رہیں۔

سب سے زیادہ مہربان

شعبِ ابی طالب سے واپسی کے کچھ ماہ بعد ہی جناب ابوطالب اور اُمّ المومنین، حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی جدائی سے آنحضرت ﷺ پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اب قریش کی روک ٹوک کرنے والا کوئی نہ تھا۔ آزمائش و ابتلا کے اس کٹھن دَور میں چچی کی آغوشِ محبت مزید کشادہ ہو گئی۔ وہ حضور ﷺ کے دُکھوں پر پیار محبت کا مرہم رکھتیں اور سرپرستی فرماتیں۔ اللہ کے رسولؐ اُس وقت کو یاد کرتے ہوئے فرماتے تھے ”ابوطالب کے بعد اُن سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا۔“

جگر گوشۂ رسولؐ کو بہو بنانے کی تمنّا

14 نبوی 622 عیسوی میں عام مسلمانوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی، تو حضرت فاطمہ ؓ بھی اُن کے ساتھ تھیں۔ بچّوں کی شادیاں ہو چکی تھیں، صرف سب سے چھوٹے بیٹے، حضرت علی المرتضیٰ ؓ ہی باقی بچے تھے۔ ضعیف والدہ کی خواہش تھی کہ مرنے سے پہلے چہیتے بیٹے کا بھی گھر بس جائے۔ دِل کے کسی گوشے میں رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر، حضرت فاطمۃ الزہرہ ؓ کو اپنے بیٹے کی دلہن بنانے کی تمنا بسی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ تو دِلوں کے حال سے واقف ہے۔ چنانچہ حضرت جبرائیل امینؑ بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور یوں حضرت فاطمہ ؓ بنتِ رسول اللہ ﷺ، حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کی بہو بن گئیں۔ حضرت علیؓ نے نکاح کے بعد والدہ سے فرمایا ”امّاں جان! اب فاطمہؓ گھر آجائیں گی۔ مَیں پانی بَھروں گا اور باہر کا کام کروں گا۔ وہ چکّی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی“ (اسد الغابہ 5/517)

اُس زمانے میں کنویں سے پانی بھر کر لانا ایک مشقت کا کام تھا۔ مدینے میں میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا، جس کا نام ”بیر رومہ“ تھا، جس کا مالک ایک یہودی تھا۔ اسے سیّدنا عثمان غنی ؓ نے آنحضرت ﷺ کے حکم پر خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اب وہ کنواں ”بیر عثمانؓ“ کے نام سے مشہور ہے۔ رسول اللہ ﷺ اکثر اپنی ضعیف چچی کے گھر تشریف لے جاتے، وہاں آرام فرماتے اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے۔

وصالِ مبارک

5 ہجری، 627 عیسوی میں نبی کریم ﷺ کی جلیل القدر چچی، حضرت فاطمہ ؓ نے وفات پائی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری ؓ اور چند دیگر صحابہؓ کو جنّت البقیع میں قبر کھودنے پر مامور فرمایا، جب کہ لحد اپنے ہاتھوں سے تیار کی اور قبر میں لیٹ کر دعا کی۔ اُن کے کفن کے لیے اپنی قمیص دی۔ صحابۂ کرامؓ نے اِس کی وجہ پوچھی، تو فرمایا ”ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ حُسنِ سلوک کسی نے نہیں کیا، اس بنا پر مَیں نے انھیں اپنی قمیص پہنائی کہ جنّت میں ان کو صلہ ملے اور قبر میں لیٹ گیا کہ قبر کی سختی میں کمی ہو“ (اسد الغابہ 5/517)۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے قبر میں لیٹے لیٹے دُعا کی ”اے اللہ! میری ماں کی مغفرت فرما۔ ان پر رحم فرما اور ان کی قبر کو جنّت کے باغات میں سے ایک باغ بنادے“۔

چچی کو خراجِ عقیدت

اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تدفین کے بعد اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ آپؐ نے وہاں موجود اہلِ خانہ سے فرمایا: ”میری ماں کے انتقال کے بعد اُنہوں نے حقیقی ماں کی طرح میری پرورش کی۔ بچپن سے جوانی تک میرے ساتھ شفقت، محبت اور پیار کا ایسا تعلق رکھا، جس نے مجھے اپنی حقیقی ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

مجھے یاد ہے، بارہا ایسے مواقع آئے کہ جب یہ خود بھوکی رہتیں، لیکن مجھے کبھی بھوکا نہ رہنے دیا۔ خود موٹا جھوٹا پہن لیتیں، لیکن مجھے ہمیشہ اچھا اور صاف پوشاک پہناتی تھی۔ میری ماں کے میرے اوپر بے شمار احسانات ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائیں گے۔“

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاءاللہ

”مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیھونٹ نزد نیلور اسلام آباد“ میں

08 تا 10 اکتوبر 2021ء (بروز جمعہ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-9820246، 051-2340147، 051-4866055

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)35473375-78

آفٹر شاک

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

افغانستان میں طالبان کی غیر متوقع، اچانک فتح نے دنیا بھر میں جو زلزلہ بپا کیا، اس کے آفٹر شاک (ضمنی جھٹکے) مسلسل محسوس کیے جا رہے ہیں۔ مغربی دنیا تو براہِ راست متاثر ہونے کی بنا پر ابھی باہمی الزام تراشیوں، شکست کی ذمہ داری کسی کے سر تھوپنے کے لیے سروں کی تلاش کی 'کوکلا چھپا کی' میں لگی ہے۔ اسی سلسلے میں بحث مباحثے کرتے ڈچ وزیر خارجہ اور وزیر دفاع نے استعفاء دے دیا۔ نیویارک ٹائمز نے کہا کہ ہم ابھی کئی نسلوں تک یہ بحث کرتے رہیں گے کہ آخر ہم یہاں کیوں پھنس گئے۔ انخلاء میں دیر کیوں کی؟ (بالخصوص یہ سوچنے کی بات ہے کہ کابل ایئرپورٹ دلدل کیوں بن گیا!) اشرف غنی پر اب برس رہے ہیں۔ خلیل زاد کا کہنا ہے کہ یہ طے تھا کہ طالبان کابل شہر میں داخل نہیں ہوں گے۔ اشرف غنی اچانک بلا اطلاع بھاگ لیا! شہر اور پھر ملک بھر میں یکا یک حکومتی خلا پیدا ہو گیا۔ اسے پُر کون کرے، اس پر طالبان نے معاہدے کی پاسداری میں امریکا سے پوچھا کہ کیا وہ کابل کا انتظام سنبھالے گا؟ بائیڈن نے صاف جواب دے دیا کہ ہم ایک منٹ مزید نہیں ٹھہریں گے۔ جو حواس باختگی امریکا پر طاری ہو چکی تھی اس کا منطقی نتیجہ یہی تھا! ان کا کہنا تھا کہ پولیس، افغان فوج کا نظام یک بیک ڈھے جانے کے بعد طالبان اور اسلامک سٹیٹ کی طرف سے ممکنہ حملے کا خدشہ رہے گا۔ سو خلا پُر کرنے کو طالبان آگے بڑھے۔ حالانکہ ابھی چند دن پہلے ہی تو پنٹاگون کے پریس سیکریٹری جان کربی سے طالبان کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی پر پوچھا گیا تو کربی نے پورے یقین سے کہا کہ نہیں! افغانستان کے پاس تین لاکھ فوج، پولیس دونوں ہیں، جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح! ڈھانچہ منظم ہے۔ وہ سب جو طالبان کے پاس نہیں ہے۔ ان کے پاس ایئر فورس تک نہیں ہے۔ اور پھر کربی کو شدید کرب سے گزرنا پڑا! جو طالبان کے پاس فتح کا فارمولا تھا افغان فوج اس سے محروم، سر پر پاؤں رکھ کر دوڑ گئی۔ یورپی یونین نے افغان بحران پر قرارداد پاس کی ہے: ''افغانستان سے مغربی فوجوں کا انخلا اجتماعی ناکامی ہے''۔ یہ مہر خود ہی ثبت کر دی۔ ؎

تہذیب تری دیکھ اندھیروں کی امیں ہے
'واللیل' سے 'والشمس' کے اٹھنے کی ادا دیکھ!

تاہم ہر طرح یہ ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ تحمل، حلم اور رواداری کی مثال پہلے صلاح الدین ایوبیؒ نے قدس کی فتح پر خونریز دشمن کے ساتھ حسن سلوک کی قائم کی تھی۔ اب اسی کو طالبان نے دہرایا ہے کہ فرار ہوتی دشمن فوج کو جو سہولت، تعاون فراہم کیا وہ بے مثل ہے۔ خود امریکا بھی جس کے اعتراف و تحسین پر مجبور ہوا۔ کون سی قیامت ہے جو اس فوج نے طالبان اور مسلمانوں پر بیس سال نہ ڈھائی تھی۔ اسلامی رواداری کی یہ نگاہ خیرہ کن مثال ہے جو غلبے کی صورت میں مغلوب کو دی گئی۔ ادھر بیس سال پاکستان میں ''رواداری'' کے جو مسلسل پہاڑے پڑھے پڑھائے مسلط کیے گئے، وہ غلامانہ چاپلوسی کی کریہہ منظر رواداری تھی جو مسلمان کا سر کفر کے آگے جھکانے کے لیے اختیار کی گئی۔

اس زلزلے کی لپیٹ میں آنے والے برطانیہ میں جھٹکے زیادہ محسوس کیے گئے ہیں۔ بورس جانسن برطانوی وزیر اعظم کی اسلام دشمنی مسلمہ ہے۔ سو زہر اگلتے ہوئے مسلم خواتین (باحجاب) کو بینک ڈاکو اور لیٹر بکس قرار دیا۔ جو گلی محلے کے اوئے توئے کرنے والے چھوکروں کی زبان تو ہو سکتی ہے، ''برطانیہ عظمیٰ'' کے وزیر اعظم کے لیے شرمناک ہے۔ (ایسی ہی برطانوی زبان ہمارے سیاست دان بھی روا رکھتے ہیں کیونکہ برطانیہ ان کا میکا ہے۔) برطانوی وزیر ثقافت نادین ڈورلیس نے نقاب پر مکمل پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اسے قرونِ وسطیٰ کا ڈریس کوڈ قرار دیا ہے۔ یہ دورے ان پر بالخصوص افغانستان میں یونیورسٹی کی طالبات کی بڑی تعداد کو باپردہ دیکھنے کے بعد پڑنے شروع ہوئے ہیں، حالانکہ ابھی پوری دنیا کورونا کے ہاتھوں نقاب پوشی پر تا دیر مجبور رہی۔ ماسک نے پوری دنیا کے مرد و زن کو یکساں طور منہ چھپانے پر مجبور کیا۔ گرمی کی شدت میں، عبایا، اسکارف کا تمسخر اڑانے والے منحنی کورونا کے خوف سے پلاسٹک کے جبے پہنے بالٹیوں پسینہ بہاتے خلائی مخلوق بن گئے! پس ثابت ہوا کہ یہ نفسیاتی خلل کے سوا کچھ نہیں۔ اسلام سے ضد اور چڑ کے مظاہر ہیں۔

یہی مرض ہمارے سیکولر طبقے کو بھی لاحق ہے جس میں ڈاکٹر پرویز ھود بھائی پیش پیش ہیں۔ اس طبقے پر اس خوف سے غشی کے دورے پڑ رہے ہیں کہ اگر پاکستان ''طالبان پوزیٹو'' ہو گیا تو ہم کہاں جائیں گے۔ افغان لبرل سیکولر تو C-17 امریکی جہاز پر ہی سہی گرتے پڑتے جیسے تیسے نکل گئے۔ ہم نے ان کے ڈھیروں سازندوں، گانے بجانے والے ثقافتیوں کو پناہ دے دی۔ لڑکیوں کی فٹ بال ٹیم کو مہمان بنا لیا۔ یہ ہمارے ہاں اب بیس سالوں سے حیا شکن کھیلوں کا سلسلہ ہے۔ الپائن کلب نما، کھیل کے نام پر جوان لڑکیوں کو حیا سوز وڈیوز میں دیوار پر چڑھتے شرمناک مناظر کی گزشتہ ڈیڑھ دہائی سے ڈٹ کر حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ ان کا کیا بنے گا؟ حال ہی میں ٹی وی پروگرام پر اعلیٰ تعلیم کے پرچارکوں نے مخلوط تعلیم کی بندش اور پردے پر خوب سینہ کوبی کی ہے۔ شریعت کا نفاذ پڑوسی ملک میں ہے، خفقان، خلجان، مالیخولیا ان پر طاری ہے۔ اس کا جواب اس مرتبہ ہم قرآن و حدیث کے حوالہ جات یا علمی عقلی دلائل سے دینے کی بجائے ایک عیسائی کھلاڑی کی زبان سے دلوا رہے ہیں۔ ؎

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہِ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا!

موصوف امریکی کھلاڑی (کِک باکسر) ہیں جو چار مرتبہ چیمپئن رہ چکے ہیں۔ اینڈریو ٹیٹ۔ بزنس مین بھی ہے۔ اس وقت رومانیہ میں رہ رہا ہے۔ اس کی گفتگو جو اُس نے ایک شو میں کی ہے ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اصلاً تو طالبان کو رشک آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بے اختیار بول اٹھے ہیں۔ اسے آپ مغرب کے دبے پسے مرد کی آہ سمجھیے جو آج کی مغربی عورت کے خناس کو بھگتنے کے بعد کراہ رہے ہیں۔ کہتے ہیں:

''ہمارے بہت سے مسائل جن کا سامنا آج مرد کر رہا ہے اسلام انہیں حل کر دیتا ہے۔ میں مسلمان تو نہیں ہوں، ایک قدامت پرست عیسائی ملک میں رہتا ہوں، قدامت پرست عیسائی چرچ میں جاتا ہوں۔ چرچ کو ماہانہ 20 ہزار ڈالر چندہ دیتا ہوں۔ رومانیہ میں چرچ بہت مضبوط ہے۔ تاہم مجھے اگر کسی ایک مذہب کے لیے بازی لگانی ہو جیسے اسٹاک ایکس چینج میں لگاتے ہیں مستقبل کے لیے، تو وہ اسلام ہی ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمان کٹر اور عدم رواداری، عدم برداشت رویے کے حامل (intolerant) ہیں۔ یہ

میں احتراماً کہہ رہا ہوں! اگر آپ روادار (مرنجاں مرنج) ہیں ہر بات کے لیے تو پھر آپ کا کوئی موقف ہی نہیں ہے جس پر آپ جم سکیں۔ (پروا نہیں کہ بیٹی دیوار پر کولہے مٹکاتی چڑھ رہی ہے یا پارٹنر کے ساتھ رہ بس رہی ہے۔ یا آپ کا عقیدہ للکارا جا رہا ہے۔) میں لندن بھر میں اگر ٹی شرٹ پہن کر نکل جاؤں جس پر لکھا ہو کہ (عیاذاً باللہ) 'حضرت عیسیٰ ہم جنس پرست تھے' تو کچھ بھی نہ ہوگا، کوئی مجھے کچھ نہ کہے گا، لیکن اگر میں یہی کام مسلمانوں کے نبی (ﷺ) کے ساتھ کروں، مَیں اسی سڑک پر مار دیا جاؤں گا! یہ ہے ان کے یقین (ایمان) اور احترام کا عالم اور میں ایسے لوگوں کا احترام کرتا ہوں جو اپنے عقیدے کے لیے ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ صرف مسلمان اپنے مذہب کا دفاع کرتے ہیں۔ وہ کسی کو اس کا مذاق اڑانے نہیں دیتے، وہ تذلیل برداشت نہیں کرتے اور میں اسی چیز کا احترام کرتا ہوں، یہ کمال کی بات ہے! تیسری بات یہ ہے کہ دنیا کے بہترین ممالک میں سے آج مسلمان ممالک ہیں۔ (وہ قطر، سعودی عرب اور دبئی کی مثال دیتا ہے) آپ دس لاکھ ڈالر گود میں رکھ کر سو جائیں، سڑک کے بیچ، کچھ بھی نہ بگڑے گا آپ کا سعودی عرب میں۔ ان تینوں ممالک کا یہی حال ہے۔ وہ گاڑیاں، چابی اندر لگی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، وہاں اتنا تحفظ ہے۔ اور خواتین! تو ہر عورت شادی شدہ ہے۔ (مغرب اب اس تصور سے تہی دامن ہے، اس لیے اس میں خبریت ہے!) ہر عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار ہے! (اس فرمانبرداری کو بھی مغربی مرد ترستا ہے!) ہر عورت کے چار تا چھ بچے ہیں۔ بڑے خاندان! وہ سب مسائل جو ہمیں درپیش ہیں جن کے بارے ہم بات کرتے رہتے ہیں، ان کے ہاں اسلام کی بنا پر ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اسلام میں تقسیم کار ہے، ہر فرد کا کردار متعین، طے شدہ ہے۔ (ترس ترس کر) دوبارہ کہتا ہے کہ وہاں عورت مرد کی اطاعت کرتی ہے۔ خواتین کے بچے ہیں اور بڑے خاندان ہیں۔ اور وہ خوشی خوشی یہ سب کرتی ہیں! اسلام کی عورت دنیا کی ساری عورتوں سے زیادہ خوش وخرم ہے۔ ان کا پورا معاشرہ خوش رہتا ہے۔ وہاں آبادی بڑھ رہی ہے۔ ہمارے ہاں ایک بچہ پیدا کرنے کی بنا پر گھٹ رہی ہے۔ ایسے کام نہیں چلے گا۔ شرح اموات کی نسبت سے یہ شرح پیدائش بہت ناکافی ہے۔ میں ان کے جنگجویانہ مزاج کا بھی احترام کرتا ہوں۔ وہ اپنے دین سے کھیل نہیں کرتے ...... تمہاری کوئی حدود وقیود نہیں ہیں۔ تم اسلام کے آگے اپنا سب کچھ کھو چکے ہو۔' عیسائی نوجوان کا یہ تجزیہ چشم کشا ہے اگر کوئی سمجھنا چاہے۔ ❀❀

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(9 تا 19 ستمبر 2021ء)

☆ جمعرات (09 ستمبر) کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

☆ جمعہ (10 ستمبر) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب سے خطاب کیا۔ کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

☆ اتوار (12 ستمبر) کو کراچی کے تینوں حلقوں کے تحت نفاذ دین اسلام مہم کے حوالے سے مرحبا بینکویٹ ہال میں ''نفاذ دین اسلام کیا، کیوں اور کیسے؟'' کے عنوان سے جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ الحمدللہ تقریباً 3500 رفقاء اور احباب شریک تھے۔

☆ بدھ (15 ستمبر) کو جامعہ مہدب الخلیل کے مفتی محمد الیاس سے ملاقات ہوئی۔

☆ جمعرات (16 ستمبر) کو نائب امیر، ناظم نشر واشاعت اور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ سے آن لائن اجلاس کیا۔

☆ جمعہ (17 ستمبر) ڈاکٹر تسنیم صاحب سے ملاقات ہوئی، جس میں انہوں نے کچھ مشورہ دیئے اور اپنی خدمات پیش کیں۔ جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب سے خطاب کیا۔

☆ ہفتہ (18 ستمبر) کو طے شدہ پروگرام کے مطابق کراچی سے لاہور روانگی ہوئی۔ قرآن اکیڈمی میں نائب امیر، ناظم نشر واشاعت اور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کے ہمراہ بانی محترمؒ کے چاروں بیٹوں سے تفصیلی ملاقات کی۔ 01:00 بجے سہ پہر جھنگ کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں پر محترم پروفیسر خلیل الرحمن اور کچھ دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ محترم مختار فاروقی کے بیٹوں سے تعزیت کی۔ مختصر تذکیری گفتگو اور دعائے مغفرت فرمائی۔ قبرستان بھی جانا ہوا۔ وہاں سے فراغت کے بعد فیصل آباد جانا ہوا۔ یہاں پر بعد نماز عشاء 09:00 بجے مہم کے حوالے سے منعقدہ جلسہ عام سے 1 گھنٹہ 40 منٹ خطاب کیا۔ پھر لاہور واپسی ہوئی۔

☆ اتوار (19 ستمبر) کو قرآن آڈیٹوریم میں مہم کے حوالے سے منعقدہ سیمینار میں صدارتی خطاب کیا۔ بعد ازاں سرگودھا کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں پر بھی مہم کے حوالے سے منعقدہ اجلاس عام سے بعد نماز عشاء ڈیڑھ گھنٹہ خطاب کیا۔ پھر لاہور واپسی ہوئی۔ نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی شمالی، سرجانی ٹاؤن کے مبتدی رفیق وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0320-3107917

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے کمپوزر محمد خلیق کی والدہ اور رفیق تنظیم اسلامی عبدالغفور مسافر کی ساس وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے نقیب محمد اکرم کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0304-9090258

☆ حلقہ بہاولنگر کے ناظم سجاد سرور کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0308-7253930

☆ حلقہ بہاولنگر کے منفرد رفیق محمد عبداللہ انصاری کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0308-7909839

☆ حلقہ پوٹھوہار، جہلم کے رفیق سہیل انور کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0333-5554899

☆ حلقہ بہاولنگر کے منفرد رفیق محمد عدنان کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0333-6304135

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے ناظم تربیت کرنل (ر) عبدالقدیر اور چکوال تنظیم کے رفیق طارق محمود بھٹی کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0335-8291851

☆ حلقہ کراچی شمالی، فیڈرل بی ایریا کے نائب امیر کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0332-0264763

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

مردِ خوش خِصال و خوش خُو
مختار حسین فاروقی بھی فانی دنیا چھوڑ گئے

نعیم اختر عدنان

تنظیم اسلامی سے راقم کی وابستگی و تعلق کا اگر ماہ و سال کے آئینے میں جائزہ لیا جائے تو یہ دورانیہ کم و پیش گزشتہ چالیس سال کے عرصہ تک محیط نظر آتا ہے۔ بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی شخصیت کا جاہ و جلال اور وقار و تمکنت انمٹ نقوش کی مانند راقم کی ذات پر نقش کندہ ہے۔

ربع صدی کے طویل و عریض سفر میں راقم کو بہت سے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا۔ تاہم تنظیم اسلامی کے ''قافلہ سخت جاں'' میں موجود و مشہور قدآور شخصیات میں سے جن اکابر کے ساتھ مثالی اور اٹوٹ ''راہ و رسم مہربانہ'' استوار رہے۔ ان میں سے ایک قابل قدر اور قابل ذکر نام ''مختار حسین فاروقی '' بھی ہے۔ تنظیمی قافلہ میں شریکِ سفر رہتے ہوئے تنظیم کے سالانہ اجتماعات ہوں کہ ملک کے طول و عرض میں ہونے والے علاقائی تربیتی اجتماعات، مرکزی مجلس مشاورت کے عمومی و خصوصی اجتماعات ہوں کہ خصوصی کانفرنسیں اور سیمینارز، سینکڑوں مواقع پر فاروقی صاحب سے ذاتی، قلبی اور روحانی تعلق قائم رہا۔

سال 2001ء میں طالبان کے دورِ اوّل میں افغانستان کے خصوصی سفر میں بھی فاروقی صاحب کی ہمراہی کے شرف سے استفادہ کا موقع حاصل رہا۔ بندۂ ناچیز موجود الوقت بے پناہ مشقت و مصروفیت و روزگار کے سبب منظر سے ''پس منظر'' میں زندگی گزارنے پر مجبور رہا تاہم اس کے باوجود بقول شاعر؎

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

محترم مختار حسین فاروقی صاحب کی خصوصی دعوت پر قرآن اکیڈمی جھنگ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور محترم فاروقی صاحب کی میزبانی سے بھی مستفید ہوا۔

محترم و مکرم فاروقی صاحب کا شمار ڈاکٹر اسرار احمد کے ''سربکف فدائین'' میں ہوتا رہے گا۔ سول انجینئرنگ کی تعلیم کے دوران ہی موصوف ڈاکٹر اسرار احمد کے فکری قافلہ میں شامل ہو گئے اور تادم زیست اپنی متاعِ حیات گراں مایہ کو شعوری و خود اختیاری جذبہ کی سرشاری سے ہم رکاب رہتے ہوئے قرآن فہمی اور اقبال شناسی کی منزلیں بھی جرأت و بے باکی اور درویشی و دانشوری کی شانِ قلندری سے طے کیں۔ موصوف اگرچہ مرحومین کی فہرست کی زینت بن چکے ہیں تاہم ان کا ذکر خیر ''یعنی تذکرہ'' وہ فرض و قرض ہے جس کی ادائیگی کے لیے یہ چند سطور سپرد قلم کر رہا ہوں تاکہ علی روس الاشہاد فاروقی صاحب سے اپنے دینی و تنظیمی تعلق دیرینہ و مخلصانہ کا حق محفوظ رکھا جا سکے۔

آج کی مادی دنیا میں رحمی رشتوں کو احسن انداز سے برقرار رکھنا بھی مشکل امر ہے تو دینی و تنظیمی تعلقات کو للہ اور فی اللہ قائم و برقرار رکھنا یقیناً ''کار مشکل است'' کا مصداق ہے۔ محترم فاروقی صاحب نے تنظیم اسلامی اور انقلابی فکر کے ساتھ اپنا تعلق ایسے نبھایا کہ ''من و تو'' کی تقسیم و تفریق کہیں نظر نہیں آتی۔ وہ اسلام کے تحریکی فکر اور غلبۂ دین کی جدوجہد کے سچے، مخلص، پرجوش، بے لوث مگر ہوش مند سپاہی تھے۔ درس ہو کہ تدریس ہر جگہ سادہ اندازِ بیاں، جوش و ہوش مندی کے حسین امتزاج کا مظہر ہوتا۔ غرض دعوت دین کی وادیاں ہوں یا غلبۂ دین کی جانگسل جدوجہد وہ ہر میدان کے ''مردِ میدان'' بن کر ممتاز اور نمایاں ہوئے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تقریر کے حوالے سے بھی مومنانہ بصیرت کے ضروری زادِ راہ اور لوازمات سے بھی پوری طرح آراستہ و پیراستہ بلکہ ''مسلح'' نظر آتے۔

طویل عرصہ سے بھائی فاروقی ''اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے'' کا استعارہ بن کر ماہانہ حکمت بالغہ کے مدیر اعلیٰ اور قرآن اکیڈمی جھنگ کے بانی و صدر کی حیثیت سے علم و دانش کی دنیا کے شناوروں سے خوب دادِ تحسین وصول کر رہے تھے۔ ایک مسلمان کو یہ سبق تو ہر آن ازبر ہی رہتا ہے کہ ''کل من علیہا فان '' مگر وہ اس سفر آخرت پر بھی پوری آن بان اور شان کے ساتھ محوِ سفر ہوئے کہ رب کائنات کی آخری الہامی کتاب کے الفاظ سماعتوں میں گونجتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ سورۃ الفجر میں ارشاد باری تعالیٰ یوں درج ہے:

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾﴾

''اے اطمینان والی روح، تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طرح کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے خوش، بس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی جا۔''

رفقاء و احباب اور قارئین سے درخواست و التماس ہے کہ وہ صمیم قلب اور خلوص و اخلاص کے جذبات کے ساتھ مختار حسین فاروقی بھائی کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں کہ اللہ رب العزت انہیں ایسے لوگوں میں شامل فرما دے جو ''ربنا و سعدیک '' کے الفاظ اپنے خالق و مالک کے حضور ادا کرنے والے ہوں۔

آخر میں علامہ اقبالؒ کے اس شعر کے ذریعے فاروقی بھائی کو ہدیہ عقیدت پیش کر رہا ہوں کہ؎

جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

ضرورت امام و خطیب

حلقہ بہاولنگر مسجد جامع القرآن مرکز تنظیم اسلامی مروٹ میں امام و خطیب کی ضرورت ہے۔ امیدوار ایک یا دو سالہ رجوع الی القرآن کورس کر چکا ہو اور پختہ تنظیمی فکر کا حامل ہو۔

برائے رابطہ: 0302-6383712

<u>Press Release</u>: **19 September 2021**

<u>Seminar on the topic "Pakistan Mein Nifaz-e-Deen-e-Islam: Kya...? Kyun...? Kaisey...?" held under the auspices of Tanzeem-e-Islami</u>

Lahore (PR): A seminar, marking the culmination of the *"Nifaz-e-Deen-Islam Muhim"* of Tanzeem-e-Islami, entitled ***"Pakistan Mein Nifaz-e-Deen-e-Islam: Kya…? Kyun…? Kaisey…?"***was held on 19 September 2021 under the auspices of Tanzeem-e-Islami at Qur'an Auditorium, 191-A Ataturk Block, New Garden Town, Lahore, in which a large number of renowned religious scholars, members of the civil society and journalists were present, along with a massive gathering of the general public.

The seminar was chaired by the Ameer of Tanzeem-e-Islami, **<u>Shujauddin Shaikh</u>**.In his keynote address, he said that the purpose of establishing Pakistan was to enforce Islam. The most popular slogan of the Pakistan Movement was*"Pakistan ka Matbal Kya: La Illah Ill Allah"*.The practical requirement of this slogan is that Islam be enforced in our parliament as well as in the courts; essentially to have Allah*(SWT)* alone as our Lord in all walks of life. He said Tanzeem-e-Islami's recent campaign for "Nifaz-e-Deen-e-Islam"organized to raise this awareness. The Ameer reminded the gathering that at a meeting held in Lahore in April 2010, a large number of religious scholars had said in a unanimous declaration that the only solution to all the problems of Pakistan was the implementation of Shariah, for which they proposed a peaceful movement. This is exactly what Dr. Israr Ahmed*(RAA)* had been saying since 1980. He said that now is the time to fulfill the promise made during the Pakistan Movement and stive to make robust yet peaceful efforts for the enforcement of Islam in Pakistan so that the political, economic and social problems of Pakistan are resolved.

While speaking on the occasion, the Naib Ameer of Jamaat-e-Islami, **<u>Dr. Farid Ahmed Paracha</u>**, while highlighting the need, importance and requirements of the implementation of Islam, said that the movement started by Maulana Maududi*(RAA)* and Dr. Israr Ahmed*(RAA)* for the enforcement of Islam was based on their strong faith, which is a 'trust' with us today. We must pass on this movement to the next generation with the hope that Islam will prevail first in Pakistan and then in the whole world, *In Sha Allah*.

The renowned religious scholar, **<u>Maulana Zahid-ur-Rashdi</u>**, opined that today's world including the West is considering an alternative system. It is our responsibility to present to the world a working model of the organic and natural system of Islam, which is truly the pinnacle of justice and fairness.

While addressing the seminar, the popular journalist and intellectual, **<u>Orya Maqbool Jan</u>**, noted that in the early days of Islam, the polytheists of Makkah had economically boycotted the Muslims in *Sha'ab Abi Talib*. Today, the Afghan Taliban are facing the largest economic boycott in modern human history. Therefore, the entire Islamic world, especially Pakistan, should provide all possible

provide all possible assistance, including financial support to the Afghan Taliban.

While speaking on the occasion, the renowned religious scholar, **Professor Dr Muhammad Hammad Lakhvi**, remarked that Allah has sent the religion of Islam to prevail. Only when religion prevails will Muslims prevail. He said that the enforcement of Islam in Afghanistan may well be the starting point of the domination of Islam in the last age. After this, Hazrat Mahdi *(RAA)* is destined to appear and this will be the most severe test for the Muslims because only those Muslims will take the oath of allegiance with Hazrat Mahdi *(RAA)*who are ready for Jihad and Qitaal.

Issued by

Ayub Baig Mirza

Markazi Nazim of Press and Publications Section

Tanzeem-e-Islami, Pakistan

Editor's Note: *This Press Release was issued following the seminar entitled* ***"Pakistan Mein Nifaz-e-Deen-e-Islam: Kya...? Kyun...? Kaisey...?"****held under the auspices of Tanzeem-e-Islamion Sunday 19September 2021 at Qur'an Auditorium, New Garden Town, Lahore, marking the culmination of the* ***"Nifaz-e-Deen-Islam Muhim"*** *of Tanzeem-e-Islami.*

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ اکتوبر 2021ء ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ

مشمولات

☆ امریکہ کی دوستی؟ — ایوب بیگ مرزا
☆ اِک دیا اور بجھا. . . . ! — خورشید انجم
☆ قانونِ اسلامی کے مستقل مآخذ — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ نوعِ انسانی کا معلّمِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — پروفیسر حافظ احمد یارؒ
☆ انسانیت: دہلیزِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر — پروفیسر عبداللہ شاہین
☆ تلاوتِ دین یا اقامتِ دین! — عامرہ احسان
☆ ففتھ جنریشن وار فیئر — لطیف حسن گورگان
☆ مریض کی عیادت — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ علمِ تفسیر اور مفسرین کرام (۵) — پروفیسر حافظ محمد قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی وہاڑی، شیخ کاٹن کالونی، گلی نمبر 3،
نزد فیصل پارک وہاڑی حلقہ ساہیوال ڈویژن'' میں
10 تا 16 اکتوبر 2021ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔
☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور
زیادہ سے زیادہ احباب و رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

15 تا 17 اکتوبر 2021ء (بروز جمعہ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران
سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔
☆ منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆ شہادت علی الناس و اقامت دین
زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0301-6579782/0300-0971784

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

Vol: 30 Regd. No. C.P.L NO.114 No.36

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore